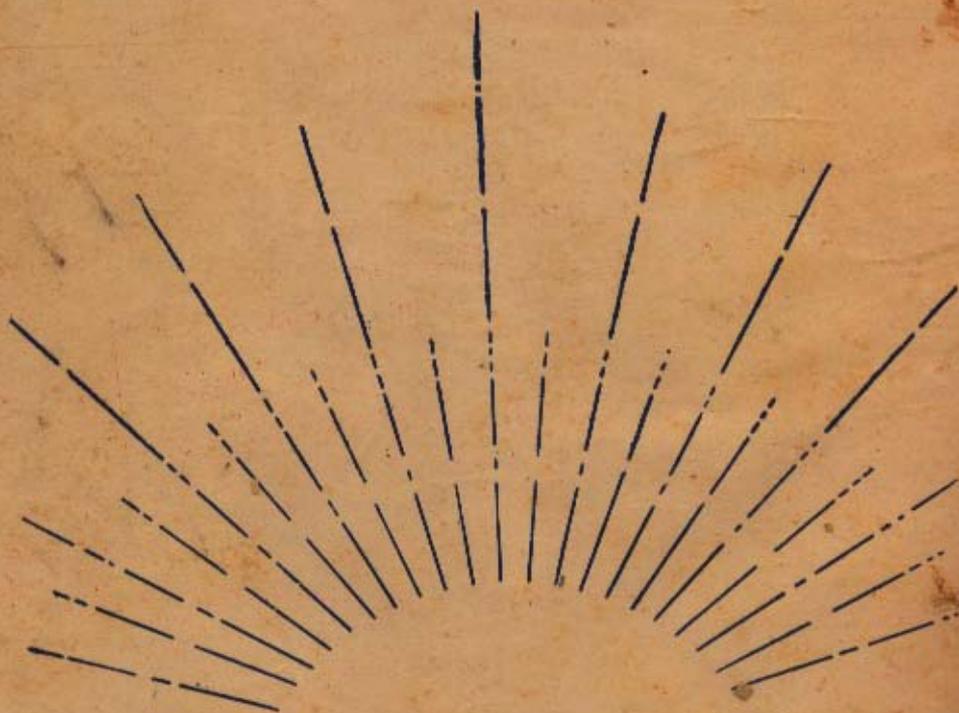


ماهنامه
بزرگی دیوبند



مرتب: قاضی عثمانی وزیر اعلیٰ عثمانی (فاضل دیوبند)

مصباح اللغات

اردو عربی لغت کی ایک عظیم الشان کتاب۔ پچاس ہزار سے زائد عربی الفاظ کی اردو تشریح ہے۔ یہ عظیم الشان عربی اردو لغت اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ یہاں تک عربی سے اردو میں لغات کے ترجمے اور تشریح کا تعلق ہے۔ آج تک اس درجہ کی کوئی دیکشنری وجود میں نہیں آئی۔ ساہا سال کی عسوق رینجی اور کوششوں کے بعد ڈری تقطیع کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل عظیم المقدور لغت اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

المنجد عربی لغت کی جدید کتابوں میں اس وقت سب سے زیادہ جامع اور پذیر رکھی جاتی ہے۔ مصباح اللغات میں نہ صرف اس کتاب کا پورا عطر کشید کر لیا گیا ہے۔ بلکہ اس کی ترتیب میں عربی لغت کی بہت سی دوسری بلند پایہ اور ضخیم کتابوں سے اخذ و اشتباہ کی تمام صلاحیتوں کو کام میں لاکر نئی لکھی ہے۔ جیسے تا موس تاج العروس، اقرب الموائد، جہرۃ اللغة، انہایہ ابن اثیر، مجمع البہار، مفردات امام راعب، کتاب الافعال، منہی الارباب، صراح وغیرہ۔ مصباح اللغات علماء طلباء عربی سے دینی رکھنے والے انگریزی دان، اردو خواں سب کیلئے بے حد مفید ہے۔ جلد خوبصورت اور مضبوط مع گرد پوش۔ قیمت سولہ روپے۔

مصنفہ:- مولانا شبلی علیہ الرحمۃ۔
حضرت عرفانوقؒ کی سیرت حالات اور کارناموں پر مشتمل یہ کتاب اہل علم پر مبنی شہور و مقبول ہوئی وہ محتاج بیان نہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے اس فایز و عظیم اور بظاہر جلیل کی زندگی اور دور خلافت کی تفصیل الفاروق سے زیادہ اور کسی اردو کتاب میں نہیں ملتی۔ نہ صرف آپ کی سیرت اور اخلاق و فضائل کا بیان ہو۔ بلکہ آپ کے جنگ لگنے ہوتے عہد خلافت کے حیرت انگیز واقعات۔ آپ کے علمی قانونی اور تمدنی کارنامے اور جنگی معرکوں کی صحیح تفصیلی شرح کتاب میں۔ بعض نقشے بھی شامل کتاب میں۔ اسلامی تاریخ کو سب سے زورین دور کی معتبر تاریخ جانے کیلئے الفاروق اپنی قسم کی واحد تصنیف ہے۔ تازہ ایڈیشن۔ مجلد مع ڈسکور۔ قیمت، چھ روپے۔

الفاروق

اردو عربی لغت کی ایک عظیم الشان کتاب۔ پچاس ہزار سے زائد عربی الفاظ کی اردو تشریح ہے۔ یہ عظیم الشان عربی اردو لغت اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ یہاں تک عربی سے اردو میں لغات کے ترجمے اور تشریح کا تعلق ہے۔ آج تک اس درجہ کی کوئی دیکشنری وجود میں نہیں آئی۔ ساہا سال کی عسوق رینجی اور کوششوں کے بعد ڈری تقطیع کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل عظیم المقدور لغت اصحاب ذوق کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

قصص القرآن

ایک عظیم الشان مذہبی اور علمی ذخیرہ اردو زبان میں

حصہ اول:- حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت موسیٰ ہارون تک تمام پیغمبروں کے مکمل حالات و واقعات۔ قیمت چھ روپے۔
حصہ دوم:- حضرت یوشع علیہ السلام سے لیکر حضرت یحییٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبروں کی مکمل سوانح حیات اور دعوت حق کی محققانہ تشریح و تفسیر۔ قیمت چار روپے۔

حصہ سوم:- اصحاب کھف، الرقیم، اصحاب القریۃ، اصحاب السبت، اصحاب الرین، بیت المقدس اور یہود، اصحاب اللہ خدود، اصحاب القیل، اصحاب الجنۃ، ذوالقرنین اور سیدہ سکندری، سبا اور اسیر عم وغیرہ۔ قصص القرآن کی مکمل و محققانہ تفسیر۔ قیمت پانچ روپے۔

حصہ چہارم:- حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کی مفصل حالات۔ قیمت چھ روپے۔ مکمل بیت خیر خلدہ کیس روپے بچھڑانے پر حصہ الگ الگ بھی طلب کیا جا سکتا ہے۔

ترجمان السنۃ

ارشاد اہل نبوی کا جامع دستند ذخیرہ اردو زبان میں

جلد اول:- اردو میں آج تک عادیث کے چند مختصر اور ناقص تراجم کے سوا کوئی بہتر بالانشان کارنامہ انجام نہیں دیا گیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ”ترجمان السنۃ“ کے نام سے خدمت حدیث کا عظیم الشان سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ حدیث کی اصل عبارت مع اعراب کے ساتھ میں سلیس عالم، ترجمان تشریحی نوٹ، شروع میں ایک متوسط مقدمہ پر جس میں ارشادات نبوی کی اہمیت اور احادیث کو کراہت، مدح پر بہترین بحث کے علاوہ تمدنی حدیث کی تاریخ اور مقام، رسالت و نبوت اور دیگر اہم ترین عنوانات پر تفصیلی کلام کیا گیا ہے بعض شہور ائمہ حدیث اور اکابرین اہل سنت کے حالات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ ہر دس بیچے (مجلد بارہ روپے) جلد دوم:- عنوانات بڑھ جائیں باعث ترجمان السنۃ کو مجبوراً مختلف جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ چنانچہ جلد ثانی کتاب لایمان والاسلام کی تمام اہم ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد کی سبب نویسی اس میں موجود ہیں۔ ہدایہ:- نو بیچے (مجلد گیارہ روپے) مکمل ہر دو جلدوں پر غلطوئیں روپے (مجلد تیسری بیچے)

مکتبہ تجلی دیوبند ضلع سہارنپور (پنی)

شاہ نامہ اسنام (بید) از حضرت عاتر عثمانی قیمت مجلد پانچ روپے۔

مولانا اسماعیل شہید کی دو شہرہ آفاق اور معرکۃ الآراء
کتابیں

صراطِ مستقیم (اردو)

جو عرصہ سے نایاب تھی اور اب روشن کنایت و طباعت کیساتھ
شائع کی گئی ہے۔ بدعات کا رد اور لطائف دین کی تحقیق۔ قیمت
مجلد تین روپے (مجلد اعلیٰ چار روپے)

تقویۃ الایمان (اردو)

تمام متعلقہ رسائل کے ساتھ تازہ ایڈیشن۔ تائید ایمان اور تردید
باطل کی ایک دلیل روشن جس نے اہل بدعت اور ارباب باطل
میں ہل چل مچا دی۔ قیمت چار روپے للہ
(مجلد پانچ روپے)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دو مشہور کتابیں

اردو لباس میں نیمبر کثیر

دینی نکات و لطائف اور اسرار و حکم پر مشتمل یہ کتاب
دوسو عنوانات سے بحث کرتی ہے قیمت مجلد تین روپے آٹھ آنے

فیوض الحرمین

شاہ صاحب کے زیارت و حج کے مشاہدات ان کے
خاص رنگ میں۔ قیمت مجلد ایک روپیہ بارہ آنے چھ

کتاب الوصیت

مؤلف پھچی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔
بعض اہم اصول و عہدہ کی تشریح۔ زبان عام فہم سلیس و صفا
قیمت ایک روپیہ

اسلامی زندگی

اسلامی زندگی تفصیلات
قرآن و سنت کی روشنی میں
نہایت صرف ۵

اسباب الرات

دینائے اسلام کا جواب اہل قلم کے
اور اسلامی کی شہرہ آفاق تصنیف
اردو لباس میں مجلد ۱۰

اوراد و حاتی داد کا رجالی

آن حدیث مستطابہ و لطیفہ الفاظ کو
خواص ذات و صفاتی شکر و توجیح
مجموعہ تین جلدوں کا اور طرز

تسمیل تصدیق السبیل (اردو)

تصدیق کے موضوع پر مولانا شرف علی
اقادات پر کا بیان غرر و غرر
کی بحث ضروری ہے اور
آداب حقوق

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی معرکۃ الآراء تصنیف
القول الجلیل سوار السبیل کا مکمل اردو ترجمہ

شفا راعیل

شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے اس کتاب میں، کومیت کے مال و مال علیہ پر
مفصل کلام کیا ہے۔ بلا تردید و ذکر کا موضوع نہایت اہم ہے۔ اور
اس باب میں بہت افرات و فرط لے رہی ہے سوار السبیل کا مطالعہ
میں توجہ دینی کیلئے نہایت مفید ہوگا۔ صفحات ۱۲ قیمت غیر

محمد بن عبد الوہاب
از مولانا مسعود عالم ندوی۔
آباد دہلیں صدی ہجری کے مشہور
مصلح

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی کی سیرت، اور دعوت پر علمی
و تحقیقی تصنیف، جس میں مشرق و مغرب کے تمام مآخذ پر علمی طرح کھنگال
کر غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی تحقیق و تضحیح کی گئی ہے۔ نہ صرف
کتابوں کے حوالے پر مشتمل ہے، بلکہ ان کتابوں کی علمی و تاریخی جوڑشیں اور
مقام کو بھی تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کی ثقافت اہمیت کے لائق ہے
مصنف کا نام ہی کافی ہے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

فتنہ انکارِ حدیث کا منظر و پس منظر

”اہل قرآن“ کا لقب اختیار کر کے حدیث کا انکار کرنے والے خادمینِ اسلام کا پورا حال۔ ان کے علم و کمال کے نمونے۔ ان کی ذہنیت اور مقاصد کے خاکے۔ ان کی تلبیس و تلبیس کا نقشہ۔ ان کے دعوؤں کی حقیقت۔ ان کی خدمتِ اسلام کا حقیقی مفہوم اور دیگر ضروری تفصیلات کے لئے یہ کتاب اپنا جواب آپ ہے۔ اس کے مطالعہ کے بعد انشاء اللہ آپ ”اہل قرآن“ کی قرآنی دشمنی سے بے خبر نہ رہیں گے۔ اسے پڑھئے اور ضرور پڑھئے۔ دو حصوں میں صغی ۶۲۲

قیمت چھ روپے آٹھ آنے

سنت رسول

یہ ایک شامی عالم کی معرکہ الآراء تصنیف ہے جو جس میں حدیث کی تاریخ پر محققانہ روشنی ڈالنے کے علاوہ صحابہ اور تابعین وغیرہ کے طرزِ عمل اور دیگر متعلقہ پہلوؤں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ تمام دلائل قرآن و حدیث کے حوالوں سے دلپذیر انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ قیمت مجلد دو روپے چار آنے ۶۴

ماہر القادری سفر حجاز تاثرات کاروان حجاز

کتاب پڑھتے ہوئے آپ محسوس کریں گے کہ جیسے خود بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اور وضوئے رسول پر حاضر میں اشعرہ ادب و جوش بیان اور قوتِ مشاہدہ کا خوش گوار امتزاج ہے۔ خدا اور رسول کی محبت ہر سطر میں جھلکتی ہوئی اسفرنامہ نہیں دین و دانش کا منشورِ ادبی، بلکہ لوگوں کو پیامِ بیداری کا دوا بن جھانرا اور ماہر القادری جیسے ادیب و شاعر کی حدیِ خوانی۔ آپ کے دل کی دھڑکنیں گنگنائیں گی۔ اور آپ کی آنکھوں سے خدا اور رسول کی محبت کے آنسو رواں ہوں گے۔ خوبصورت سرورق دیدہ زیب کتابت و طباعت۔ قیمت مجلد چار روپے۔ علاوہ ڈاک خرچ۔

نصائح رسول کریم کی عظیم
آنحضرت کی عجایب و عجبت آمیز حدیثوں کے
آوردہ ترجمے کے علاوہ قرآن کی بھی ہیں
آیات مع ترجمہ شامل کتاب میں
قیمت صرف ۴

تعبیر الہیہ و یا (درد)
یعنی خواب نامہ
مستفاد امام محمد بن سیرین رحلہ اللہ تعالیٰ
ترجمہ عالم فہم، ہر طرح کے خوابوں کی پسندیدہ
تعبیریں صفحات ۲۵۱
قیمت مجلد دو روپے

عظیم
شہداء
از مولانا ابوالکلام آزاد۔ امامِ اہل سنت کی
شہادت کے تاریخی واقعات میں گہرا
رہاوتوں اور خیال آرائیوں کا پاک۔
قیمت
ایک روپے

انسان کی حقیقت
فضائل تبلیغ ۶

نصائح امام غزالی
۶
مکتبہ تجلی دیوبند
(دہلی)

فضائلِ رمضان
۱۳

تفسیر ابن کثیر

(اردو)

کون یا غیر مسلمان ہے جس نے اس شہرہ آفاق تصنیف کا نام نہ سنا ہو گا۔ مزہ ہو کہ کارخانہ اصح الطابع نے اس عظیم تفسیر کا ٹیس اردو ترجمہ مع آیات حسن و خوبی کے ساتھ شائع کر دیے۔ پانچ جلدوں میں کتب - قیمت چھ ماہیچہ روپے۔

دہر جلد جامعہ علیہ بھی مل سکتی ہے۔

میلہ طلب فرمائیں

تفسیر بیان القرآن

شہرہ آفاق

(اردو)

علیم الاستاذ مولانا اشرف علی تھانی یہ شہور زاد تفسیر تخریج تبارک ہند میں یہ اتنی مستند مانی گئی اور اتنی مقبول ہوئی کہ بعد از تفسیر ابن کثیر سے اپنی تفسیر کی بنیاد بنایا گیا۔ صرف سب سے ترجمہ اور عمدہ تفسیر ہے بلکہ حواشی پر شرح لغات بھی ہے۔ اور جن آیات کے متعلق کسی صحابی سے کوئی تفسیر منقول ہو اسکا بھی تذکرہ ہے۔ عمدہ طباعت انکھاب سفید گلاب کاغذ۔ ساڑھے ساڑھے ایک سو ایک اربہ حصے۔ ہلدی۔ ساڑھے پچھترے (مجلد دو جلدوں میں شری ہے)

ایک حرکت الارنادو کتاب

البيان في علوم القرآن

(اردو)

شہرہ آفاق تفسیر حنفی کے مصنف مولانا عبدالحق محدث دہلوی کی یہ تفسیر انسان کتاب وہی ہے جس کی تو صیغہ میں علامہ ابو رشاد صاحب بیسے علامہ نے یہ الفاظ لکھے تھے کہ اس کی تفسیر اگرچہ ممکن ہے مگر واقع نہیں خدا کی ذات و صفات، تنازعہ طائفہ جزا و سزا، قربت اور ذرخ، نبوت و الہام، نبی کی روحانی قوت وغیرہ کی توضیح و تشریح قرآنی الفاظ و اصطلاحات، ناخ و نسوخ، استعاذہ و کنایہ اور اختلاف قرأت کی نہیں۔

صفحات ۶۶۵ کاغذ گھائی چھپائی میساری۔

قیمت چودہ روپے (مجلد چھ سو روپے)

قرآنی دعائیں

تمام دنیاوی مقاصد کے لئے قرآنی دعائیں ہیں۔ مفید و موثر ہو سکتی ہیں۔ ہر محتاج بیان نہیں۔ اس مختصر کتاب میں تمام دعائیں مع ترجمہ اردو دعاؤں کے مخصوص حرب عمل اور فائدے

درج ہیں۔

قیمت چھ روپے

حدیث اور قرآن

حدیث اور قرآن کے درمیان دینی اعتبار سے کیا رابطہ و واسطہ ہے؟ ان مقامات کیا ہیں اور کون کون سے انکھار حدیث کو ذرا لیکر طرح طرح کی جڑیں نکھودتے ہیں۔ سوالات کے مدلل جوابات کے لئے سوالات اور دو ای کے مضامین کا یہ مجموعہ خاص ہے۔

قیمت ایک روپے

شہادۃ الاقوام

مصنف حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانی نے مسلمان غیر مسلم مذاہب عیسائی، یہودی، ہندو، آریہ، سکھ وغیرہ کے مشاہیر اہل قلم کے مضامین جن میں اسلام کے فضائل اور حقانیت کا اقرار ہے جمع کئے گئے ہیں۔ کاغذات - قیمت چھ روپے (مجلد چھ سو روپے)

شیخ الاسلام امام غزالی کی شہرہ آفاق تصنیف

نکھاتے سعادت کا اردو ترجمہ

اکسیر ہدایت

آپ ہم سے طلب فرما سکتے ہیں۔ آپ کا ذہنی مطالعہ یقیناً نشتر رہے گا اگر آپ۔ اس حرکت الارنادو کتاب کو مطالعہ نہیں فرمائیں گے کتابت و طباعت سب میساری۔ قیمت چھ روپے پندرہ روپے۔ غیر مجلد ساڑھے بارہ روپے)

شماره نمبر ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد نمبر ۶

دیوبند

ماہنامہ

عام سالانہ قیمت پانچ روپے

فی پرچہ ۷

ہر انگریزی ہینری کے پہلے صفحے میں شائع ہوتا ہے
معززین سے سالانہ قیمت حسب استطاعت

خیر صالح سے سالانہ قیمت ۱۲ ششماہی شکل پوسٹل آرڈر

بابت ماہ جنوری ۱۹۵۶ء

نمبر	مضمون	مضمون	نمبر شمار
۱۲	ادارہ	آغاز سخن	۱
۱۵	جناب قمر بہاری	ایک بڑا امتحان گاہ میں	۲
۱۹	ادارہ	تجلی کی ڈاک	۳
۳۰	جناب لانا ابو محمد امام الدین	اسلامی حکومت	۴
۴۰	جناب مرزا احمد علی چغتائی	آئین ہواغرواں حق گوئی و میبائی	۵
۴۳	عکاس ابن العرب مکی	مسجد مسجدینے از تک	۶
۵۲	جناب مفتی شمس الدین احمد	فتویٰ لطیفہ	۷
۵۹	مختلف شعراء	منظومات	۸
۶۰	سیکیم عظیم زبیری	دوائیں اور ناشتے (باب الصحۃ)	۹
۶۱	جناب عنوان چشتی	قطعات	۱۰
۶۲	ادارہ	کھڑے کھوٹے (نقد و تبصرہ)	۱۱

بکسٹریکٹ آفیس: جناب شیخ سلیم اللہ صاحب

ترتیب دینے والے

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

بک بی ۲۷۵ ناظم آباد کراچی (پاکستان)

عام عثمانی وزیر اعلیٰ عثمانی

دفتر تجلی دیوبند ضلع سہارنپور دیوبند

مدرسہ اعلیٰ دیوبند پبلشرز کے "محبوب المطالع پریس" دہلی سے چھپوا کر اپنے دفتر بھی دیوبند سے شائع کیا۔

آفت از سخن

کریں کم ہے۔ ماحولی ناما سازگار۔ وسائل مفقود۔ ساتھ دینے والا کوئی نہیں۔ اپنیوں کے ہاتھوں پر شکنیں۔ غیروں کی آنکھوں میں غمیں و غضب کے شعلے۔ سیاست و حکمت کا تقاضا یہ کہ بال و آدم ہیں جو الایب گونج رہی ہے جو گھو گھو کر رنج بستے ہیں انھیں سے آواز ملے۔ قافلے جس راہ پر جا رہے ہیں اسی پر چلو۔ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد مت بناؤ۔ چلنے والوں کو مت ڈکو۔

ان تقاضوں کو اگر ہم لبیک کہہ دیتے۔ سیاست و حکمت کو اگر ہم ضمیر و قلب پر حاکم بنا لیتے تو کوئی شک نہیں تھا کہ تجلی کے لئے عروج و ترقی کی راہیں کافی کشادہ تھیں۔ اس کے خاص نمبر بھی چھپتے۔ سالانہ بھی نکلتے۔ سوار سنگار بھی ہوتے۔ اس کے ایڈیٹر کو بہت سے دولت و قوت و نامے دوست بھی مل جاتے۔ مشائخ و دانشور اور شہسازوں سے بھی محرومی نہ ہوتی۔ مگر ہم نے اپنی بے ماگی تہی دامنہ ضعف اور بیماری کے علم و احساس کے باوجود نہ جانے کس پُر اسرار دیوانگی اور جذبے کے ماتحت سیاست و حکمت کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے وہ پُر خار اور کٹھن راہ منتخب کر لی۔ جس میں قدم قدم پر ٹھوکریں پائی جاتی ہیں اور جراثیمیں جو اپنے راہروں کو زخم اور گرگاہیں اور فاسے دیتی ہے۔

ہم جلتے ہیں کہ گھٹا ٹوپ اندھیار سے میرا ہم جینے والوں کا ایک ننھا سا چراغ جلتے رکھنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے سیاہ رات میں جگنو کی چمک۔ اس سے اندھیرے کا سینہ چاک اور منزل کا راستہ آ جا کر نہیں ہوتا۔ ہم جیسے کتنے ہی دیوانے انجیواگ گائے جاتیں۔ لیکن نقار خانے میں جبے شمار لقلکے تشریف آواز میں رنج نہ ہے۔ ان کی نقاب ہلکے راگوں سے نہیں مل سکتی۔ بلکہ ان کی ذہن اور گونج میں ہمارے راگ اپنی موت آپ مر جائیے۔

یہ جنوری کا مہینہ ہے۔ نئے عیسوی سال کا پہلا مہینہ۔ بہت سے رسائل اور اخبار سالانہ اور خاص نمبر پیش کر رہے ہیں۔ لیکن آپ کا تجلی۔ بے چارہ دہے یا یہ تجلی۔ اسی پرانے لباس پرانے میک اپ اور پرانے حدود اور بعد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ اُس غریب سلمان کی طرح جو عید کے دن بھی نئے جوڑے کی استطاعت نہیں رکھتا اور ڈھلے ہوئے کپڑوں میں پیوند لگائے عید گاہ پہنچ جاتا ہے۔

آپ۔ جو کئی سالوں سے تجلی دیکھ رہے ہیں، اندھیرے خواہش رکھتے ہوں گے کہ تجلی بھی دوسرے رسائل کی طرح سال میں کم سے کم دو ایک بار آئے۔ سچ بنگر جلوہ بار ہوتا۔ صفحات بڑھتے۔ ٹائٹل سجتا۔ آپ کی یہ خواہش یقیناً بجا ہے اور سچ جاننے خود ہمارے قلب میں بھی جیسرت کم نہیں گنتی کہ پانچ چھ سالوں میں ہم ایک بھی خاص نمبر نہیں نکال سکے۔ تجلی کو ہم نے خون جگر سے سیخا ہے۔ ہم سے زیادہ کون اس کی آرائش و ارتقا کا شہتی ہوگا۔ مگر اس تنہا کی ناکامی اور اپنی بے ماگی و تہی دامنہ کے احساس سے جب ہمارے قلب و روج رنجور ہوتے ہیں تو باطن کی گہرائیوں سے معاً ایک آواز آتی ہے کہ لے ناشکر عوا اور احسن انسان! تو محرومیوں پر گڑھنا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ آندھی اور طوفان میں تیرے کتاب چراغ کو جلتے رہنے دینا ہی تیری رب کا وہ بے پایاں احسان ہے جس کی تو کوئی قیمت نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد ہماری لوج دماغ پر گزیرے ہوئے پنج چھ سالوں کے احوال و کوائف پر چھاتیوں کی طرح تلچنے لگتے ہیں۔ اور آخر کار ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ بے شک تجلی کو صرف زندہ رکھنا ہی خدائے رحیم و کریم کا وہ فضل و انعام ہے کہ ہم اس پر جتنا بھی شکر

ایسی حالت میں دو ہی صورتیں ہیں، یا تو وہ مایوس ہو کر دعوت
حق اور شہادت حق سے آنکھیں پھیر لے یا سناج سے بے پروا ہو کر اپنے
دائرہ کار میں شہادت حق کا کام انجام دینے جلتے۔ باطل سے لڑتے
جاتے۔ موت قبول کرنے۔ لیکن ہتھیار نہ ڈالنے۔

ہمارے نزدیک دوسری ہی صورت صحیح اور لائق انتخاب
ہے۔ ہم اسی کے قائل ہیں کہ انتہائی نامساعد حالات اور مایوس کن
ماحول میں بھی انسان مالک الملک ذوالجلال والا کریم کی سبکدوشی
قوت و قدرت پر بھروسہ رکھتے ہوئے تائب و حق میں مرے کچھے۔
ظلمت سے لڑتے جلتے۔ آستانہ باطل پر سجدہ نہ کرے۔ خواہ گردن
کاٹ دی جائے۔

ہندوستان کی موجودہ فضا میں ہماری یہ دعوت خاص
طور پر قابل توجہ ہے کہ آج بڑے بڑے جوجولہ مند بھی حق کی طرف
مایوس اور باطل کی قوت سے مرعوب ہیں۔ یہ مایوسی اور رعب
اگر کسی طرز تہدیک کا حق نہیں ہے نہ اسے ہزدنی اور کم ہمتی سے تعبیر
کیا جاسکتا ہے۔ تاہم یہ ماننا پڑے گا کہ یہ ایمان و یقین کی کمزوری کا
نتیجہ ہے۔ اگر ہمارا ایمان و یقین اس حد تک مستقیم ہو تا کہ ہم مادی
قوتوں کے مقابلہ میں مالک الملک کی عظیم قوت کا شہادہ کر سکتے
تو ہمارے لئے مایوسی کی کوئی وجہ نہ تھی۔

لیکن واسے بے سنیٹھی! ہم سالنامہ اور خاص نمبر کا ذکر کرتے
کہتے کہاں پہنچ گئے۔ کہنا یہ تھا کہ آپ ہم سے نمبر نہ نکلنے کی شکایت
نہ کیجئے۔ بلکہ اگر تقبی سے آپ کو یہ خلوص تعلق ہے تو پورے کوشش کیجئے
کہ یہ اپنی معمولی حالت میں ہی زندہ رہے۔ عظیم نمبر نکلنے کیلئے وافر
پیسوں کی ضرورت ہے۔ اور پیسے ہمارے پاس فی الحال ہیں نہیں۔
کوئلہ امر کی ادا د میں ابھی تک نہیں ملنی جس کے متعلق بعض غیبی
حضرات فرمایا کرتے ہیں کہ وہ غریب داعیان اسلام کو مل رہی ہے۔
اس امداد کے نکلنے تک ہمارے پاس اس کے سوا کوئی صورت نہیں
کہ میٹ کاٹ کر تقبی کے چر تھیر صفحے آپ کی خدمت میں پیش کرتے
رہیں۔ آپ اگر ہم سے کچھ ہمدردی رکھتے ہیں اور موجودہ دور میں پیسے
کی سہرا گیری کو محسوس فرماتے ہیں تو ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ ہمیں
مدد نہ فرماتے حمایت فرمادیں۔ بلکہ ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ

ہم جانتے ہیں کہ اپنے ذہن پسند طریق کار اور طرز عمل کے لئے
ہم داد و تحسین کے بھی مستحق نہیں ہیں۔ ہم نے کوئی ایسا کارنامہ انجام
نہیں دیا جس پر فخر کیا جاسکے۔

پھر بھی ہم این آؤں سے بے نیاز ہو کر کاروباری مصلحتوں
اور دنیا سائزوں سے قطع نظر کر کے صرف اس لئے اپنی راہ پر چلے
ہوتے ہیں کہ رب العالمین کی طرف سے ہم پر ہماری طاقت و
استطاعت کی حد تک ہی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ ہم سوا آخرت
میں ہمارے ہی اعمال کا حساب ہو گا۔ ہم سے یہ نہیں پوچھا جائیگا
کہ تمہارے احوال تمہارے ملک تمہاری دنیا میں اتنا اندھیرا
کیوں تھا اور تم نے اس اندھیرے کو کیوں روشنی میں نہ بدل دیا
بلکہ تمہارے صرف یہ پوچھا جائے گا کہ اندھیرے سے لڑنے میں تم
کنٹی اور چہرہ کی۔ اچھا چھیلانے میں تم نے کیا محنت کی۔ اپنے
ذہن و تہاؤں سے کن مصروفیتوں میں کاٹے؟

یہی وہ حقیقت کہہ رہی ہے جس کے ادراک نہ شعور یقین پر
قوتوں کے بننے اور بگڑنے سمجھنے اور مرنے کا مدعا ہے۔ اگر ہر فرد
اپنا جہگ برتھو کر کہے کہ ہزاروں لاکھوں انسانوں میں کتنی جوتی
تیرا ایمان وہ کس طرح ووزار سکتا ہے پیش جہات پر چھلے ہوتے
دنیا اندھیروں کو وہ تمہا کس طرح مٹا سکتا ہے۔ اور یہ تصور کر کے
ہمدردی نہ کر سکتے ہو۔ بلکہ ہر لڑکے سمجھ داتے تو بعد ہی بعد
مستقبل میں بھی کسی اصلاح کی امید نہیں ہو سکتی۔ اسکے برخلاف
اگر ہر فرد یہ تصور کر لے کہ اپنی اصلاحی حد تک جدوجہد کرنا اس کا
فرض ہے۔ نتیجہ خواہ کچھ ہو تو آخر کار ہی تصور رفتہ رفتہ ایک عظیم
انقلاب اور غیر معمولی اصلاح کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

تج کی ذہن میں ہر طرف باطل کی ظلمت ہے۔ پیش و پش
ظلم و ظلمت ان ہی پروردی نور سے یعنی سب شباب پر ہیں خدا
پرستی اور حقیقی اخلاق کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ آدمی اگر مادی
نقطہ نگاہ سے غور کرے تو نیکی اور اخلاق کی تندوں کو اس دور
باطل میں رواج ہے۔ جانتے جاگتے اسکاں بھجائے سے سدا دم نظر آئیگا۔
یہ ہم بھی نہ ہو سکے گا کہ کوئی مکن صورت باطل کو زبر کرنے اور
حق کو رواج دینے کی ہو سکتی ہے۔ حق کا غلبہ تو کجا حق کے وجود کو
کسی نہ ہی دور میں قائم رکھنا ہی اسے ناممکن نظر آئے گا۔

ایک من امتحان کا مین

مستزہرہ

ہے کہ ان حقائق کو سامنے رکھے، یہود دنیا میں کی اپنی ایک امتحان گاہ کی حیثیت رکھتی ہے، اس کے سامنے ایک مقررہ تقسیم رکھ دیا گیا ہے کہ وہ عقلمندی کے ساتھ اس حسن بلا پیر چل کر اس کو سنے امتحان میں کامیابی حاصل کرے یا اپنی نا اہلی سے بدعات و خرافات میں مبتلا ہو کر ناشکروں کے زمرے میں شامل ہو جائے۔

ملاحظہ ہو اِنَّا خَلَقْنَا سَعَةَ كَفُورًا نَكَبًا۔

ترجمہ :- بے شک ہم نے انسان کو ایک طے چلے نظرہ منی سے پیدا کیا پھر قوت سماعت و بصر اور دیگر امور کو ہم انسانا چاہتے ہیں بڑا شبہ ہم نے اس کے آگے ایک راہ رکھ دی ہے، اب اس کا اختیار ہے چاہے وہ شکر گزار بن جائے یا ناشکروں میں شامل ہو جائے۔ وقرآن عظیم سورۃ الذہر تبارک الذی سے طباقات تک۔

(ترجمہ) وہ ذات بڑی برکت والی ہے، جس کے ہاتھ میں کائنات کی بادشاہت ہے اور وہ اس کی ہر شے پر قادر ہے جس نے انسانی موت و حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ دیکھے تم (انسانوں) میں کون اچھا عمل کرتا ہے، دراصل وہ غالب قوت رکھنے والا بخشنے والا ہے، وقرآن عظیم سورۃ الملک اس سلسلہ میں آپ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ دنیا میں کئی امتحانات ہوتے ہیں، اور ان امتحانات میں مختلف مضمون مثلاً تاریخ، جغرافیہ، ریاضی، ادب وغیرہ ہیں پس انسانی زندگی میں کئی غنائف گوشوں اور مضامین پر مشتمل ہے مثلاً حکومت، سیاست، حیثیت، معاشرت، وغیرہ۔ بلکہ اس کے ایک مومن کو اپنی زندگی کے ہر گوشہ اور

پر پیمانے کی ضرورت نہیں کہ ایک مومن کو حید پرست ہوتا ہے اور اس کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ خستہ کما سوا بلا واسطہ کسی کی اطاعت نہیں کرتا اور اگر وہ کسی کی اطاعت کرتا بھی ہے تو تابع قدر مان خداوندی ہو کر۔

پھر یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ زمین پر بسنے والے ہر شخص کی آواز پر لبیک کہہ کر آگے بڑھنے سے روک دیا گیا ہے تاکہ امت مسلمہ میں بیکجہتی اور مرکزیت کا قیام نہ ہو اور امتشاہیلنے نہ پائے یہی وجہ ہے کہ شایع علیہ السلام نے ہر بدعت مگر ای ہے اور ہر کسراہی جنم میں لیا جو الی سے کہہ کر ہر قسم کی اختلافی اور کوسد کر دیا۔ جنہر چل کر امت مسلمہ کو وہی تقسیم کا شکار ہو سکتی تھی، ہوسکتا تھا بدعات کو حسنہ و سیرت میں تقسیم کیا جا کر بدعت حسنہ کو مستثنیٰ کیا جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اناس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر صاحب علم و فضل اپنی طرف سے ایک نیا طریقہ حسنہ جاری کر دیتا اور ۱۰۰۰ اس کے عقیدہ و متمدنوں میں ہماری ہوجاتا۔ اور امت مسلمہ انتشار و پھوٹ کی ماہ پر چل پڑتی۔ سنت رسول کو جو مرکزیت حاصل ہے، جس کو تو حید پرستی کی روح کہنا چاہیے ختم ہو جاتی سنت کا مقام بدعت کو مل جاتا۔

چنانچہ حضور صلعم کا اس طرح فرمانا وہ کہ نہیں داخل ہوئی کسی دین میں کوئی بدعت مگر یہ کہ ایک سنت انطا لیکو تا اس حقیقت کی طرف ایک کھلا ہوا اور عظیم شہما شاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر بدعت کو مردود کر دیا اور ان کو اور بدعتی کی تو نیر کو دین کے انتہام میں، عاقبت کرنے کے مترادف قرار دیکر مستحب کر دیا گیا تاکہ اس کا پورا پورا سد باب ہو جائے۔

پس نہایت اس کے ایک مومن کے ایمان کی یہی تقاضا ہے

ملاحظہ ہو پاری تعالیٰ نے اہل کتاب سے خطاب ہو کر فرمایا ہے
 اَخْتَوُوهُمْ حَتَّىٰ يَخْرُجُوْا مِنْ اَرْضِكُمْ اَوْ يَخْرُجُوْا مِنْ اَرْضِكُمْ
 ترجمہ :- (اے اہل کتاب) کیا تم کتاب اللہ کے ایک
 حصہ پر ایمان رکھتے اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہو، پس (تم
 ہی بتاؤ) ان لوگوں کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ دنیا میں انکو
 رسوائی کا عذاب دیا جائے اور مرد قیامت ایک سخت عذاب
 کی طرف ان کو لٹکا جائے (عبردار) جو کچھ تم کر رہے ہو اس
 اللہ کی خبر نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں مثال کے طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 حیات کے ایک واقعہ کو بھی ہم پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں جسکو
 قرآن عظیم نے بھی بیان کیا ہے۔
 وَتَقَالُ الْقَوْلُ مِنْهُ لَمَّا جَاءَ مَكَّةَ

ترجمہ :- پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں اشخاص (پر بھی ہر
 فرمائی ہے) جو جنگ تبوک میں حضور کا ساتھ دینے میں غفلت
 کر رہی تھی وہ سب بھی چھوڑ دینے گئے تھے، (ان کو ایسی کڑی سزا
 میں قرار دیا گیا) بھلا تم کہ ان پر زمین اپنی پہنا بیوں کے باوجود
 تنگ ہو گئی اور ان کے نفسوں پر کچھ ایسی تسلی واقع ہو گئی کہ وہ یہ
 سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ ہمسکوا اللہ کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں سکتا
 پھر (دیہی الشری تھا جس نے) ان کی طرف متوجہ ہو کر انکی
 توبہ قبول فرمائی، بے شک پاری تعالیٰ نے توبہ قبول کر جانے والے
 مہربان ہیں (توبہ رکوع ۱۲)

ان آیات مبارکہ میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی کیا
 حقیقت ہے، ذیل ہم سے یہ مشہدہ نہیں، بات یہ تھی کہ حضور جنگ
 تبوک کی تیاری فرما کر روانہ ہو گئے، کچھ لوگ گریز کی راہ اختیار
 کر کے حضور کا ساتھ سینے سے رک گئے اور جب حضور واپس
 تشریف لائے تو ہر ایک ان میں سے حضور کی خدمت میں حاضر
 ہو کر عذر کرنے لگا، ایمان کیا جاتا ہے یہ تقریباً (۸۰) اشخاص
 تھے، سب لوگوں کے عذرات کو حضور نے قبول فرما لیا
 مگر ان میں یوں اشخاص ایسے بھی تھے جن کے عذرات قبول نہیں
 فرمائے گئے، کیا جاتا ہے یہی تین مسلمان تھے بقیہ سب متفق
 ہیں حضور نے ان سب منافقوں کے عذرات تو قبول فرمائے

ہر مضمون پر یادگار خداوندی میں فرما دیا تھا میں نہیں کر لی ہوگی، اگر وہ
 بعض مضامین میں کامیابی کا ثبوت دے اور بعض میں ناکامی کا
 ثبوت بعض کی ناکامی یا یقیناً اس کے نتیجہ امتحان پر اثر انداز ہوگی
 جیسا کہ مذکورہ امتحانات میں آپ اگر کسی پرچہ میں ناکام ہو جائیں
 تو آپ کو معلوم ہے کہ اس شعبہ کی ناکامی بقیہ تمام شعبہ عبادت پر
 اثر انداز ہو جائے گی، نتیجتاً یا تو آپ پورے امتحان میں ناکام
 ہو جائیں گے یا ناکام نہ ہوں تو ضرور کلاس کی کامیابی ہوگی
 پس اسی پر قیاس کر لیجئے۔

آپ کے مذکورہ امتحان کا بھی یہی حال ہے، اگر آپ
 اس سلسلہ میں کسی ایک شعبہ میں ناکام ہو جائیں تو آپ کی زندگی کا
 ہر شعبہ اس سے متاثر ہو جائے گا، اور اس ایک شعبہ کی
 ناکامی یا لاستیباب یا تو پورے اعمال صالحہ کے محیط کا باعث
 بن جائے گی یا کم سے کم آپ کی شاندار کامیابی کے دامن پر
 داغ سیاہ تو بنا ہی جائے گی، قرآن کہتا ہے :-
 وَمَنْ يَكْفُرْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ سَمٌّ كَارِہٌ يَخْرُجُ فِي الْغَدِ

ترجمہ :- اور جو کوئی ایمان لانے کے بعد (اللہ کی) نافرمانی
 کرے گا، اس کے اعمال خالص ہو جائیں گے اور آخرت میں وہ
 حصار میں رہے گا۔ (قرآن عظیم المائدہ رکوع ۵)

ان حقائق کے سامنے آجائے کے بعد اگر کوئی مسلمان
 اس فطرتی ہیں متنازع ہے کہ اگر ہماری زندگی کا کوئی شعبہ پر
 غفلت یا کسی مصلحت کے تحت اسلامی زندگی سے آزاد رہے
 تو کوئی حرج نہ ہوگا وہ سچے اس امتحان میں کامیاب ہو جائیں گے
 تو تصور اس کا سچے اندر خوش نہیں تو ضرور رکھتا ہے مگر محتوی
 اعتبار سے فریب نفس کے سوا کچھ بھی نہیں، چونکہ آپ ہلتے
 ہیں اسلامی زندگی کی مثال ایک مشین کی سی ہے، اگر اس میں
 سے ایک بھی پرزہ نکال دیا جائے تو کیا اس کا امکان ہے کہ
 وہ مشین چل سکیگی، مگر نہیں اس ایک پرزہ سے کے نکل جانے
 سے مشین خراب ہو جائے گی، اور اس کی افادیت ختم ہو جائے گی
 تو پھر کہنے کے لئے یہ بھی جاسکتی ہے کہ اسلامی اصولوں پر زندگی
 بسر کرنے والے کے چند گوشے متروک ہو جائیں، تب بھی
 اس کے لئے اسلام کی حقیقی افادیت باقی رہے گی۔

روزہ بھی رکھتے ہیں اور دیگر اور فریاض بھی بجالاتے ہیں، پھر یہ بھی ان کا خیال ہے ہمارا یہ طرز زندگی اسلامی ہے، اگر ہم نے اسلامی زندگی کے ایک گوشہ کو ترک کر دیا تو کوئی حرج نہیں، ہم باری تعالیٰ کے فضل سے محروم نہیں رہ سکتے، ہادی نمازیں وغیرہ ضائع نہیں کیا تیں گی۔

بس ہم اس کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑتے ہیں، اور ذیل کی آیت مبارکہ آپ کے ملاحظہ میں رکھتے ہیں تاکہ اس کی تلاوت فرما کر کسی قطعی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مَا سَاءَ لَكُلِّفِ بْنِ تَك.

ترجمہ :- جو کوئی شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد پھر امر کی نافرمانی کرے سو سب سے اس شخص کے جسر جبر کیا گیا پھر مگر اس کا نتیجہ ایمان یا اللہ پر مطمئن ہو، جس کسی نے بھی خدا کی نافرمانی شروع صدر کے ساتھ کی ان لوگوں پر اللہ کا غضب ہوگا، اور ان کے نجات کا بڑا عذاب مقرر ہے، ودا صلی یہ لوگ زندگی کے بعض گوشوں میں نافرمانی اس لیے کرتے ہیں کہ (خردی حیات کے مقابلہ میں دنیوی حیات کو محبوب رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی کافر قوم کو کبھی ہدایت نہیں دینے کے (سورہ اہل رکوع ۱۱۷)

مختصر یہ کہ مندرجہ صدر تحریکوں کے علاوہ اور بھی تحریکیں ہیں جن کے داعیوں کے متعلق اگر مخلصانہ تحقیق کی جائے گی تو ضرور ہوائے نفس کے تابع دنیاوی حیات کو محبوب رکھنے والے نظر آئیں گے اور یہ تمام تحریکیں مادی دنیاوی مفادات کی ایک فہرست یا فہرست ہیں لیکر مسلمانوں کو اپنی طرف دعوت دے رہی ہیں، پھر یہ

ویا نہ صرف یہ کہ ہندوستان ہی میں پھیلی ہوئی ہے بلکہ پورے عالم اسلام کو اپنے زہریلے اثرات سے مسموم کر چکی ہے، پس بغاوت اس کے نزع کا مومن ایک کڑے امتحانی دور سے گزر رہا ہے، اگر وہ کھلم کھلا قدم اٹھا تو لازماً اسکی عقلت کی شیاں اسے ذلت و خواری کی اس منزل سے بھی آگے لجا تیں گی جہاں وہ اب ہے اور اس کی ساری عیاشیات دریافتات ضائع ہو کر ضرور دیکھنا ہوتا ہے انعم یحییون مستغنی (دہہ ہر گھور ہے جس کہ کچھ دہہ کر رہے ہیں اچھا کر بھر ہیں)

کا عقیدہ رکھنے والی ایک جماعت میں رخن ہوا ہوگا اور عیاشیہ ذلت و خواری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اور ایمان اللہ سے، و نہ قیامت ناکا اور م

تا امید ہی کے مترادف ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا فعل انبیاء علیہم السلام سے صادر ہو ہی نہیں سکتا دراصل یہ آپ کی دعوت ہی تھی جس پر عزیز مصر تکفل گیا اور نہایت عزت سے آپ کو جیل سے رہا کر کے مقرب خاص بنا یا، اور جب اپنے دیکھا کہ صحیح اصولوں پر انبیا الی مشکلات کا حل کرنا والا اور باہر عزیز ہیں کوئی نہیں ہے تو خود اپنے خود کو پیش کر دیا اور خلافت ارضی کا راجحہ اپنے دوش پر لے لیا اور بعد اسے مرہم شہرگی اقتدار عزیز مصر خاندان شین بن گیا۔ یہ ہے حقیقت۔ پس ایک طرف اس حقیقت کو اس طرح مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف

وَمَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مَا سَاءَ لَكُلِّفِ بْنِ تَك اور جو کوئی بھی اللہ کے نازل اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ ملے کر وہ تاون کے مطابق فیصلہ اٹھائے دن ہ

کرے تو وہ کافر دن میں جوت کو جو ہو و نہار ہی سے متعلق کر کے مسلمانوں کو خدا سے بنادت کی طرف لیجانے اور غیر الہی قوانین پر شرح صدر کے ساتھ عمل کرنے کی سدا جو از نکالنے کی سعی فرمائی جا رہی ہے، حالانکہ باری تعالیٰ نے ذیل کے حکم :-

ذَٰلِكَ بِأَنَّكَ تَدِينُ الْبِلَدَ كَيْ يَسِيرُ دِي كرتے ہیں اور ایمان و آتَاكَ الْبَدِيَّتْ اَصْوَا جو ان کے رب کی طرف سواتکو دیا گیا ہے (سورہ محمد)

کے ذریعہ مسلمانوں کو کانسٹنٹین سے متا ذکر کے فیصلہ فرمایا ہے کہ کوئی مومن قوانین نظام باطل کی شدت صدر کے ساتھ پیروی نہیں کر سکتا۔

القرض یہ تو ہے مسلمانوں کا اندرونی خلفشار، درخارجی حالت کو بھی دیکھ لیجئے، کچھ مسلمان ارتداد کی راہ پر پڑ گئے ہیں جیسے قادیانیت، جوہریت، بہا نیت، اشتراکیت وغیرہ پھر لوگ امت مسلمہ میں غیر محسوس طریقہ پر اپنے فاسد عقاید کی نشر و اشاعت میں مصروف ہیں۔ داخلی یا خارجی حیثیت سے جن جن حضرات کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ سب نمازیں بھی پڑھتے

تجلی کی طاقت

سوال ۱: از مرز نصیر ریگ - حیدرآباد دکن - فتویٰ جواز سود
 سود کے تعلق سے علماء جامعہ نظامیہ حیدرآباد دکن کا جو
 فتویٰ مقامی اخبارات میں شائع ہوا ہے منسک ہے۔
 چونکہ ایک اہم مسئلہ پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ لہذا باعث تشکر
 ہو گا کہ میرا نام ظاہر کئے بغیر آپ تجلی میں اس پر تبصرہ فرمایا
 اور اپنی رائے سے عوام کو مطلع کریں۔
 اخبار سیاست "دکن" (۵ اکتوبر ۱۹۵۷ء) کے تراشے
 کی عبارت یہ ہے:-

"حیدرآباد ۴ اکتوبر - ہندوستان اور حیدرآباد
 کی حکومت چونکہ دارالاسلام نہیں ہے۔ اور نہ مسلم
 حکومت ہے۔ اس لئے یہاں حکومت اور دیگر
 غیر مسلموں سے مسلمانوں کو سود لینا جائز ہے۔ جیسا کہ
 ہدایہ کی کتاب البیوض "باب الربوا میں ہے۔ یہ
 اہم فتویٰ جامعہ نظامیہ کے شعبہ فتویٰ نے جاری کیا
 ہے جس پر تین ممتاز مفتیوں مولوی محمد رحیم الدین
 صاحب، مولوی محمد دم ریگ صاحب اور مولوی
 محمد حسین صاحب کی دستخطیں ہیں۔"

جواب ۱:-

اگر پورا استفتاء اور فتویٰ ہمارے سامنے ہوتا تب تو
 مفصل تنقید کی گنجائش تھی لیکن جس صورت میں یہ نہیں معلوم کہ
 مفتیان کرام نے جواز سود کے لئے کیا شرعی دلائل دیئے ہیں۔
 اور ہدایہ کی کس فقہی دفعہ کو حیدرآباد کی موجودہ صورت حال
 پر کیونکر منطبق کیا ہے۔ نفس فتویٰ کے بارے میں تو کچھ نہیں
 عرض کیا جا سکتا۔ البتہ ان حضرات کے لئے جو کسی ایک حلقے

کے علماء کے صرف ایک فتویٰ کو حرمت و جواز کا معیار ماننے پر
 ٹھہرے ہوں، بلکہ دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھنا چاہیے کہ سود جیسی
 خبیث و اخست چیز کی فانی الواقع حیدرآباد میں مسلمانوں کے لئے حلال
 ہو گئی ہے یا علماء سے تسلیح ہوا ہے جن عرصہداشتیں ضرور کرنی ہیں
 اخبار کی عبارت کے یہ الفاظ کہ "چونکہ ہندوستان اور حیدرآباد
 کی حکومت دارالاسلام نہیں ہے۔ اور نہ مسلم حکومت ہے۔ اس لئے
 یہاں حکومت اور دیگر غیر مسلموں سے مسلمانوں کو سود لینا جائز ہے۔"
 بتاتے ہیں کہ علماء کے فتویٰ کی بنیاد کس تجلی پر ہے۔ ہمارا
 خیال ہے "دارالاسلام" کتابت کی غلطی ہے۔ اصل میں "دارالاسلام"
 ہو گا۔ کیونکہ تب فقہ میں دارالکفر اور دارالحرب کے بالمقابل دارالاسلام
 ہی کی اصطلاح ملتی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ دارالاسلام نہ ہونے کی صورت میں
 حیدرآباد کو کیا تصور کیا جاتا ہے۔ دارالکفر یا دارالحرب؟
 محض دارالکفر ماننے کی صورت میں عرض کیا جاسکے گا کہ سود اور دیگر
 عقود باطلہ کے جواز کے لئے صرف دارالکفر ہونا کافی نہیں بلکہ دارالحرب
 ہونا ضروری ہے۔ جیسی تو انگریزی دور حکومت میں بھی سود اور قمار
 وغیرہ مسلمانوں کے لئے جائز نہ تھے، ورنہ ظاہر ہے کہ اس وقت بھی
 ہندوستان دارالکفر ہی تھا۔ دارالحرب میں سود کے جواز کی بنیاد
 جس شہور و معروف حدیث پر ہے اس میں بھی بین المسلمین والحرب
 کے الفاظ ہیں بین المسلمین والحرب کے نہیں۔

عن مکحول عن رسول اللہ ﷺ کہوں سے روایت ہے کہ روایت
 صحیحہ اللہ علیہ وسلم قال ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 لا یدلوا بین المسلمین والحرب کہ نہیں ہے ربو مسلمان اور حربی اور
 اس سے سود کا جواز نہ ہوتا مسلمان اور حربی کے درمیان نکل

مکتا ہے۔ مسلمان اور کافر کے درمیان نہیں۔ علاوہ انہیں اگر مصلحت دار کفر میں مسلمان کے لئے کفار سے سود لینا چاہتا ہے تو وہ تمہاری جائز ہو جانا چاہئے جسے قانون حکومت کا اذن حاصل ہے۔ جیسے لائسنس، ڈیس وغیرہ۔ اور ہر وہ عقد فاسد جائز ہو جانا چاہئے جسے قانون حکومت کی طرف سے جواز حاصل ہو خواہ وہ شریعت اسلام میں حرام ہی ہو۔ پھر حیدرآباد ہی کی شرط کیا ہوئے بھارت میں یہ سب جائز ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ حیدرآباد پر بھی بھارت سرکاری کی حکمرانی پر دوسری شکل حیدرآباد کو دارالحرب ملنے کی ہے۔ ممکن ہے علیحدہ حیدرآباد تمام بھارت میں اور حیدرآباد اسٹیٹ میں کوئی شرعی فرق اس لئے کرتے ہوں کہ وہاں سے مسلمان حکومت کا سقوط حاصل کیا بات ہے اور بھارت سے مسلمان حکومت ختم ہونے سے تبت ہو چکی اسی فتنہ کی وجہ سے وہ حیدرآباد کے دارالاسلام نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دارالحرب ہو گیا تو ہم کہیں گے کہ یہ فتنہ بڑا درست نہیں ہے۔ یہ اس وقت درست ہوتی جب حیدرآباد مسلمانوں اور حکومت کے درمیان جنگ جاری ہوتی۔ لیکن جب کہ حکومت سولہ بالکلیہ ہتھیار ڈال چکی۔ ہار چکی۔ ختم ہو چکی۔ اور اب اعتراف شکست اور تسلیم اقتدار کی مستحق کیفیت بالیقین طاری ہو چکی ہے تو حیدرآباد میں اور باقی ہندوستان میں صورت حال کے اعتبار سے کوئی شرعی فرق نہیں۔ حیدرآباد کو اگر وہاں کے علماء خواہ مخواہ دارالحرب ٹھہرائیں تو تمام ہندوستان کو دارالحرب ٹھہرانا پڑے گا جو عہدہ بد اجنبی غلط ہے۔

اور ہم فرض کرتے ہیں کہ حیدرآباد کو دارالحرب ٹھہرا کر سود کا جواز نکالنے والے علماء کی بات میں کچھ وزن ہے۔ لیکن پھر صرف سودی کا جواز کیوں۔ فقہاء کی تصریح کے مطابق ہر وہ فاسد معاملہ وہاں کے مسلمانوں کے لئے جائز ہو جانا چاہئے جس میں آئین حکومت کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو۔ مثلاً سود، گھوڑ دوڑ، قانونی کارروائی۔ لائسنس، ڈیس سے شراب پینا وغیرہ۔ تو کیا ہمارے قلم حیدرآباد اس حد تک جاسکیں گے؟

ان بلیا وہ اس حد تک بھی گئے اور حیدرآباد کو دارالحرب ہی منسوخ نہ پھر رہے تو اب انھیں یہ بھی تو عوام پر ظاہر کر دینا چاہئے کہ دارالحرب میں مسلمانوں کے قیام اور خود ان کے اپنے قیام کے متعلق

شریعت کیا کہتی ہے؟

انہا اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

انہو نلوجہ ان لاطا امتنا میں کسی شخص کے لئے یہ بات بھی مکروہ اور امرائتہ فی داسرا الحرب سمجھنا ہوں کہ وہ دارالحرب میں اپنی مخالفت ان کیوں نہ کر لے لے لوٹا یا بیوی سے بہا شرت کرے۔ نسل لانا منہوہ من انہو نلوجہ خوف ہے کہ اس بہا شرت سے وہاں فی دارالحرب وادانہو نلوجہ اس کی اولاد پیدا ہو۔ کیونکہ دارالحرب شریعتاً ہی لہ نسل فیتغنی کو وطن بنانا مسلمانوں کیلئے ممنوع ہے۔ ولدہ باخلو ترالمشوکین اور اسلئے کہ اگر وہ اپنے محل آیا اور اولاد کو وہیں چھوڑ آیا تو اسکی اولاد سکرین کے اخلاق اختیار کرے گی۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے۔ علامت حیدرآباد اگر ایسا بذاری سے حیدرآباد کو دارالحرب سمجھنے لگے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ وہاں کے مسلمانوں کو صرف جو از سود ہی کا سبق نہ دیں بلکہ یہ بھی سبق دیں کہ یہاں سے فی الفور پاکستان یا کسی اور حکومت کے ملک میں کوچ کر جاؤ۔ نیز خود بھی ان علماء پر لازم ہے کہ پہلی فرصت میں دارالحرب کی سکونت ترک کر دیں۔ اگر وہ خود بھی باطمینان وہیں رہتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی پھیلنے کا شرعی مشورہ نہیں دیتے تو یہ کہاں کی دیانت ہے کہ صرف سود کا دروازہ کھولتے ہیں۔ اور ایک عظیم فتنہ کو راستہ دیتے ہیں۔ ہم ان مسلمانوں سے جو بعض جواز کا بہانہ نہیں ڈھونڈتے۔

بلکہ واقعہ قرآن وحدیث کا صحیح حکم جاننا اور ماننا چاہئے ہیں عرض کریں گے کہ سودی بی بی بیج و ممنوع چیز کا جواز مسلمان کے لئے صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ واضح اسباب سے کوئی ملک دارالحرب ٹھہر جائے جس صورت میں کہ تم اور آپ ایک ملک میں مستقل طور پر رہتے ہیں کہ آپ کو وہاں کا شہری کہتے ہوتے ان تمام حقوق سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو از روئے قانون وہاں کی شہریوں کو حاصل ہیں۔ ہماری وہاں جائیدادیں ہیں کاروبار ہیں ہم حکومت وقت سے برسرِ سرکار نہیں بلکہ اس کے معاون اور مطلع اور وفادار ہیں۔ بلکہ اگر تونہی موثر گائی کا لحاظ کیا جائے تو وہ حکومت فی الاصل ہماری ہی حکومت ہے جس میں کفر کا غلبہ محض اسلئے نہیں کہ ہم عیثیت مسلمان فتوح و مغلوب اور کفار عیثیت کافر ہونے کے

پر دارالحرب میں حقوق و فاسدہ آئینی طور پر مباح ہو جاتے ہیں۔ ان کی حیثیت مستقل مقبوض اور شہریوں کی نہیں ہوتی، بلکہ وہ تاریخی طور پر ستائیں جوتے ہیں اور حکومت کا قرہ انھیں متعلق رہنے، تسلیم پیدا کرنے اور حرم جانے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ اگر وہ اجازت لے اور پھر مسلمان بطور غدر اس سے متخارب ہو جائیں یا کوئی دارالاسلام اس حکومت کا قرہ کو صراحتہ دشمن اور متخارب قرار دے تب تک حقوق و فاسدہ کا دستور ہی جواز ہو سکتا ہے۔ جو لوگ عطلے حیدر آباد کے فتوے اور جاری اس سرسری تنقید سے مطمئن نہ ہوں ان کے لئے مناسب ہو گا کہ دارالعلوم دیوبند سے استفادہ کریں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ہم نے جو لفظ "دارالاسلام" کو کتابت کی غلطی سمجھا ہے وہی الحقیقت کتابت کی غلطی نہ ہو، بلکہ علمائے حیدر آباد نے اپنے فتوے میں حیدر آباد کی موجودہ نفاذ اور حالات کو غیبہ ناموں قرار دے کر "دارالاسلام" ہی کا لفظ استعمال کیا ہو۔ اس صورت میں ہم کہیں گے کہ ایسا اہتمام اور اجماع اسود جیسے مسئلہ کے فتوے میں مناسب نہیں ہے۔ دارالاسلام کا مفہوم مخالفت اول تو دارالحرب ہے نہیں۔ بلکہ صحیح تر تعبیر دارالخطر کے لفظ سے ہو سکتی ہے۔

دوسرے اگر فرض بھی کریں کہ دارالاسلام نہ ہونے کا مطلب دارالحرب ہونا ہے تو مفہوم مخالفت کو بنیاد بنا کر فتویٰ دینے کی یہ مثال اپنی نظیر آپ ہوگی۔ دارالحرب ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ اس کی بنیاد پر جب بھی کوئی فتوے دیا جائے گا۔ اس کی خصوصیت اصطلاحی تعبیر اور مفہوم و مراد کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔ اگر ہندوستان کے بعض علاقوں میں گائو کا ذبیحہ بنا کر دیا گیا ہے یا ملک بھر میں اردو سے پورا انصاف نہیں ہو رہا ہے یا حیدر آباد اسٹیٹ کے نظم و نسق میں مسلمانوں کی حیثیت منقلب کی جا رہی ہے تو یہ امور اس بات کے لئے کافی نہیں ہیں کہ بھارت کو دارالحرب تسلیم کر لیا جائے۔ اور اگر مہتممین کہ ایم کی ایچ نظری بھارت۔ یا حیدر آباد اسٹیٹ کو دارالحرب ہی ٹھہرانے پر ٹھہرتے تو پھر کھل کر بات کہنی چاہئے تبہم الفاظ کی آڑ لیٹی ایسے اہم مناظر میں جیسے افادیت کے مضرت کی حامل ہوگی۔

هَذَا مَا عِنْدَ اِي وَ اِلْعَلْمَةُ اِلْدِ اللّٰهُ

فانح و غالب ہیں۔ بلکہ گفتار کا غلبہ شخص اس لئے ہے کہ ملک میں اکثریت غیر مسلم ہے اور جمہوری طرز حکومت میں غلبہ اکثریت ہی کا چوتھا ہے۔ ایسی صورت میں تمام معاملات و مسائل کو تو حاکمیت امن کے تحت رکھنا اور شخص سو خواری کو حالت حرب کے تحت لانا کس طرح معقول ہو سکتا ہے۔ سو کوئی معمولی گناہ تو نہیں ہے۔ اس کی قیامت و شناعت کے قرآن بھرا پڑا ہے۔ وہ تہدید کی آیت جسے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی سب سے زیادہ ڈراؤنی آیت فرمایا کرتے تھے سو ہی کے سلسلہ میں تو نازل ہوئی تھی۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ عَسَآ تَکُنْ اٰیٰتٍ لَّکُمْ تَذٰکِرًا

(ڈرو اس آگے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے)

سو ہی وہ عظیم بُرائی ہے جس کے باسے میر صادق و مصدوق حضرت سرور کونین جیسے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں شتر بُرائیاں ہیں۔ اور ان میں کی ایک ادنیٰ تر بُرائی یہ ہے کہ جیسے کسی نے اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا!

صاحب ہدایہ نے باب الرضا میں جو ازیر لڑکے سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے اس کی بحث یہاں نا حاصل ہے۔ کیونکہ اصل فتویٰ کی عبارت ہمارے سامنے نہیں۔ البتہ اتنا ہم بلا خوف تردد یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہدایہ یا در مختار یا عالمگیری وغیرہ کی کوئی عبارت ایسی نہیں کہ جس سے ایک ملک یا کسی خاص علاقہ کو شخص جواز سو د کے لئے دارالحرب قرار دے کہ باقی تمام معاملات زندہ گی اور حوالہ و واردات کے لئے دارالامن یا دارالاسلام قرار دے لیا جائے۔

دارالحرب اگر علمائے حیدر آباد اپنے ملک کو اس نقطہ نظر سے کہتے ہیں کہ پڑوسی دارالاسلام یعنی پاکستان بھارت سے متخارب ہے تو اول تو حقیقتاً یہ بات بالکل غلط ہے کہ ہندو پاک کے درمیان صورت بھاری موجود بالکل ہے۔ دوسرے اسے صحیح مان لیں تو عطلے حیدر آباد کے نقطہ نظر سے لازماً مسلمانوں کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ خود کو بھارت کا شہری نہ کہیں بلکہ "مسلم ستان" قرار دیں اور اسی حیثیت میں سو دیں۔ جو اٹھیلیں۔ شراب پئیں دلانسٹیک، یہ کیا کہ دیگر تمام معاملات میں تو وہ ان حقوق پر مصر ہوں جو ہر ایک شہریوں کے ہیں اور صرف سو د کے معاملہ میں عارضی "مسلم ستان" بن جائیں۔ اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ خرمیلیں ستان

سوال ۱۰: از محمد نھے خاں۔ منقطع کریم مگر (دکن) مشرک
آپ کے توفی ماہ نومبر ۱۹۵۷ء کے صفحہ ۱۷۷ پر برادر م مولوی
غفار محمد صاحب مالی گاؤں کے سوال پر آپ کا جو گول سوال
جو ایشیائے ہوا ہے اس کے پڑھنے اور سننے سے عوام تو کیا بعض
نیم خاص حضرات (جو مشائیرہ علمائے کرام و مشائخین عظام
کے پند و نصائح یا ان کی مختصر صحبت سے مستفیض ہو کر صبح و شام
یا رسول اللہ یا نصیب اللہ پکار کر اپنی مرادیں مانگتے اور پلاتے
ہیں) بوجہ کافی علم و بزرگان دین کی کافی عیبت یا نسبت
حاصل نہ ہونے کے یقین ہے کہ ایسے بھولے بھالے حضرات یا
بعض صرف تجلی و آستانہ کا مطالعہ کر کے خود مولوی بن جاتی ہیں
آنکھ دو جہاں سرور کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم کو
اس طرح پکارنے سے محروم ہی نہیں بلکہ اپنا اصل عقیدہ ہی
بگاڑ لیں گے۔ آپ کی صریح مناسی (مشرک) پر حضرت موسیٰ
علیہ السلام اور جبر و اہا کا واقعہ یاد آیا کہ:-

از پلے وصل کردن آمدی ۴۰ نے برائے فصل کردن آمدی
چونکہ اس نازک ترین دور میں درجہ کہ مسلمان اللہ و
رسول سے کوسوں دور ہیں) عنکامان محمدی کالینے آقا شافع محشر
کو باخفا قلبی یا رسول اللہ کہہ کر حاضر و ناظر جانشاہی اصل حصول
مراد و مشربہ عبادت و باعث کمال و انشاء اللہ تعالیٰ ذریعہ نجات
دین و دنیا ضرور ہے۔ چر جائیکہ مشرک ۹

چونکہ اس ناچیز فقیر فقیر کا تفسیر کو لطفیل حضرت محمد مصطفیٰ لہ بفضلہ
تعالیٰ ایک عالم یا عمل فقیر کا شریعت محبت رسول اللہ کا بیجا کچا
تلچھٹ کی جانشی نصیب ہونے کے علاوہ محمد اللہ ایسے بزرگ ترین
ہستیوں کی عیبت نصیب ہوتی کہ جہاں پر ان یا رسول اللہ
یا نصیب اللہ کے ذکر و شغل سے مست ہو کر قلبی احوال میں بیہ ہونی
سے حضور اللہ کی ذات با برکات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ کہتے
عاشقان رسول ایسے ہیں کہ صرف یا رسول اللہ کے ولیفہ میں
موظف رہے یا یہ ہو کر ایسے مدہوش ہوتے کہ ان کی ایسی زندگی کے
علاوہ بعد نماز بھی زندہ جاوید کہلاتے جا کر حقیقی طالب پڑنکا
فیضان کہم جاری و ساری ہے۔ یہی حضرات ہوں گے کہ ہر روز محشر
اپنے آقا و تاجدار محمد بنیہ کے پواتلے آرزو بازو جمع ہو کر پڑنکا

کی اجازت سے ان کے سلسلے کڑی سے وابستہ گنہگار و نکی بخشائش
کی سفارش کریں گے دیں۔ خداوند تعالیٰ ہر مومن کو ایسے سلسلہ
میں منسلک فرمائے۔ آمین۔

ہزار برس سے میرے ہم مشرب پختہ غلامان رسول کو
لے کسی طرح بھی نامکن ہے کہ ایسے لاکھوں مضامین پڑھیں یا سنیں
ہائے عقیدے میں ذرہ برابر فرق آجالتے۔ بعض خیالی یا بقول
آپ کے جذباتی اعتقاد نہیں ہے۔ بلکہ بکثرت معقول دلائل موجود
ہیں۔ منجملہ ان کے بعض اہم دلائل فقہہ واری درج ذیل کی جاتی ہیں
عَلَّ مُحَمَّدَانِ الْمَدِينِىْ اَشْهُواْ اَخْتِ تَفْسِيْرَ قَارِئِىْ تَرْجِمَ اَرْدُو تَفْسِيْرِ
حسينى جلد اول صفحہ ۱۷۷ء۔

صحیح روایت ہے کہ حضرت سلطان الانبیاء نے بیت المقدس
میں ملائکہ اور انبیاء علیہ السلام کو دکھا اور ان کی امامت کی پھر
بذریعہ براق یا پو جبریل پر سوار ہو کر معراج ہو گئے۔ پہلے آسمان
حضرت آدم دو سر پر حضرت یحییٰ اور عیسیٰ تیسرے پر حضرت
یوسف چوتھے پر حضرت ادریس۔ پانچویں پر حضرت ہارون۔
چھٹے پر حضرت موسیٰ۔ ساتویں پر حضرت ابراہیم کو دکھا اور انکو
سلام کیا۔ اعزاز و اکرام کے ساتھ بھولے ہوئے جواب دیا۔

عَلَّ بحوالہ سیرت رسول عربی مولانا الحاج مولوی محمد
نور بخش صاحب توکل صفحہ ۲۲۹ء۔

حضور الوداد اپنے مرقد شریف میں حیات حقیقہ کیساتھ زندہ
ہیں اور اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ تمام پیغمبروں
کا یہی حال ہے۔

بلحاظ آپ کی تحریر کے کہ بلکہ موت کے معروف معنی میں آپ
پر موت طاری ہو چکی ہے۔ گویا آپ کا یہ جملہ جمیع انبیاء پر بھی ملحق
ہوا۔ لہذا جو صدر فقہہ علیہ جب کہ انبیاء مذکورہ صدر پر معروف
معنی میں موت طاری ہو کر سپرد زمین فرماتے تھے تو پھر کافی عرصہ کے
بعد بوقت معراج بیت المقدس میں ان کی حاضری و افتدائسی ۹
اور پھر ہر ایک پیغمبر ہر ایک آسمان پر حضور سے پہلے ہی موجود ہو کر
حضور الوداد کا استقبال و سلام و کلام کیسے فرمایا؟ نیز حضور انور کا
قبر شریف میں حیات حقیقہ کے ساتھ اذان و اقامت کے ساتھ
نماز پڑھنا یہ کونسی حیات ہے؟

بجواز سیرت مذکور الصدر علیہ السلام نمازی شہد میں حضور سے
 یوں خطاب کرتے ہیں۔ "السلام علیک ایھا الذبی" شہد سراج
 میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس کو انہیں الفاظ خطاب فرمایا تھا
 فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ نمازی کو چاہئے کہ شہد میں شہد سراج
 کے واقعہ کی حکایت و اخبار کا ارادہ نہ کرے۔ بلکہ انشاء کا قصد
 کرے کہ گویا وہ اپنی طرف سے اپنے نبی پر سلام بھیجتے ہیں۔ اگر
 حکایت و اخبار کی نیت ہوگی تو وہ سلام نمازی کا نہ ہوگا۔ اور وہ
 شہد جو واجب ہے ادا نہ ہوگا۔ لہذا نماز واجب الاعادہ ہوگی۔
 بنا بریں حضرت امام غزالیؒ احوال العلوم میں فرماتے ہیں کہ۔

قل انما انا بشر و انما انزلت الیک
 (یعنی کہہ لے محمد سو اس کے نہیں کہ میں بھی بشر ہوں مثل
 تمہارے) دو سری ملکی جیسا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا۔
 اِنِّیْ نَسِیْتُ کَآخِرَ کُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ اَبِیَّتَ عِنْدَ رِجْلِ
 لِبَاعِصِیْ وَ کِیْفَیْ۔

(یعنی بیشک میں نہیں ہوں تم میں سے کسی کے مثل۔ میں
 رہتا ہوں اپنے رب کے پاس وہ کھلا تاسے مجھے اور پلانا ہر مجھے
 تیسری حق جیسا کہ آپ نے فرمایا۔)

بی مَعِ اَیْہِیْ وَ کِیْفَیْ لِبَاعِصِیْ وَ کِیْفَیْ
 وَ اِنِّیْ نَسِیْتُ کَآخِرَ کُمْ۔

(یعنی میرے واسطے اللہ کیساتھ
 ایک وقت ہے کہ نہیں گنجائش
 رکھتا ہے اس وقت میرے
 ساتھ کوئی مقرب فرشتہ نہ
 نبی بھیجا ہوا۔)

(۱) بخلاف پہلی، دوسری
 صورت حضور اقدسؐ سے برگزیدہ
 میں آرام فرما ہو کر ان واقعات
 کے ساتھ نماز ادا کرنا تو جسہ
 الی الخ و الی الخ لوق ہونے میں کمال ہے

(۲) بخلاف تیسری صورت حق۔ حضور اکرمؐ کا
 حق کے ساتھ حاضر و ناظر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟
 بشرطیکہ بندہ کالقیں ہو۔ بقول اقبال مرحوم:-
 یقین پیدا کر لے ناداں یقین سو ہاتھ آتی ہے
 وہ درویشی کہ جسکے سامنے جھکتی ہے فقہوری

۵۔ سرکار، ریشہ کے شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ حضورؐ کی
 وصال شریف کے بعد یوں عرض کرتے ہیں:-
 وَ حَبَاہُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَبَاہُ سَرَفِیْعٍ مَّا لَیْسَ فَعْبَتِہَا
 اَشْکَتْہَا ؕ (یعنی یا رسول اللہ! آپ کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ مسکی
 ہنسی کی کوئی اتہا نہیں)۔

بہشتی زیور مکمل و مدلل
رعایتی قیمت میں

غیر مجلد کی عام قیمت پندرہ روپے ہے۔ لیکن ہم سو بارہ روپے
 میں طلب فرمائیے (مجلد در دو جلد پندرہ روپے) کاغذ عمدہ
 لکھائی چھپائی روشن۔ حواشی محققانہ۔ تمام نئے پیرائے
 اہل فائز ہم رشتہ۔ مجلد طلب فرمائیے۔ ممکن ہے
 بعد میں یہ تین روپے کی رعایت نہ مل سکے۔

مکتبہ تجلی دیوبند روپنی

"نمازی کو چاہئے کہ اپنے قلب میں آن
 حضرت اور آپ کے عظیم کریم کو حاضر کر کے
 کہے السلام علیک ایھا النبی"
 نیز حضرت شیخ عبدالحق محدث
 دہلوی اشعۃ اللمعات میں
 بزبان فارسی اس طرح
 فرماتے ہیں کہ پس آنحضرتؐ
 در ذات صلیبان موجود و
 حاضر است "نیز اسی خصوص
 میں امام عبد الوہاب شعلانی
 میزان کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ میں
 نے سیدی علی خواصؒ کو یہ فرماتے ہوئے
 سنا کہ شاعر علیہ السلام نے نمازی کو انبیاء

میں رسول اللہ پر درو سلام بھیجنے کا اس لئے امر کیا کہ
 غافلوں کو آگاہ کر دے کہ تم جو اللہ عزوجل کے سامنے بیٹھے ہو اس
 دربار میں تمہارے نبی موجود ہیں۔ کیونکہ آپ بارگاہ الہیؐ کو بھی
 جدا نہیں ہوتے۔ اس لئے نمازی آپ کو سلام کے وقت درو برو
 خطاب کرتے ہیں۔

۷۔ بجواز الفیہ قادری صرف کتب معصومہ ماہیہ الہی جو
 حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہ ہمنانی قدس سرہ پیرائے
 اس سے ماہیہ ہونیان میں مذکور ہے کہ حضور اکرمؐ کی تین
 صورتیں ہیں۔ ایک صورت بشری جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔

علا حضرت امام الامام سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت النعمانی
کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا حال یوں عرض کرتے ہیں:-

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جَدَّتْكَ فَاصْبِرْ اَسْرُؤِيضًا اَكْ
وَاحْتَجِي بِجَدَّتِكَ اَنْتَ الَّذِي تَوْلَاكَ بِمَا خَلَقَ اَمْرًا
حَكْمًا تَوْلَا خَلْقَ الْوَسْأَى تَوْلَاكَ اَنَا طَاهِرٌ مَعَّامٍ بِالْحُجُودِ
مِنْكَ ذَلَمْتُ بِكَ لِي حَنِيفَةً فِي الْخَلْقِ نَاوِسِيًا

یعنی میں نے یہ سادات میں قبیلہ کر کے آپ کے پاس آیا
ہوں۔ میں آپ کی خوشنودی کا امیدوار ہوں۔ اور آپ کے
سبزہ زار میں پناہ گزین ہوں آپ کی وہ مقدس ذات ہے
کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کبھی کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی
مخلوق پیدا ہوتی۔ میں آپ کے جو دو کرم کا امیدوار ہوں۔
آپ کے سوا مخلقت میں ابو حنیفہ کا کوئی سہارا نہیں۔

علا اسناد کی شرح عبد اللہ شیرانی مصری رسول اللہ صلی
زیارت کے وقت یوں عرض کرتے ہیں:-

يَا سَيِّدُ الْوَالِدِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ مُسْتَضِيْبٌ اَوْ عَيْنُ الْجُوْدِيْ
قَبُوْلِ الْمُسْتَضِيْبِ يَا نَسِيْبِيْ اَللّٰهُمَّ مَا لِيْ حِيْمَةً هَكَذَا حِيْمَتِيْ
لَكَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ

یعنی یا رسول اللہ میں گنہگار ہوں۔ گنہگار کی عرض کا
قبول کرنا جو دو کرم ہے۔ یا نبی اللہ ایک دنیا آپ کی محبت
کہ سوا ہر کوئی حیلہ نہیں۔

علا ابو عبد اللہ سالم معروف بہ خواجہ پنہا واقعہ خواجہ
یوں بیان کیا کہ شرفاً یا رسول اللہ نے کہ جب تو کسی سختی میں ہو
تو یوں پکارا کہ اَنَا مُسْتَجِيْبٌ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ (یعنی
یا رسول اللہ میں آپ سے پناہ مانگنے والا ہوں) چنانچہ ابو
عبد اللہ نے ایک نابینا کو بوقت زیارت یہ دعا بتلائی۔ المحضر
یہ کہ نابینا جب کہ رابع میں پہنچے تو پانی کی قلت تھی۔ ناچار اسی
دعا کا ورد کیا معاً تاکہ ایک شخص کی آواز میرے کان میں آتی
کہ تو اپنی مشک بھرے۔ میں نے مشک میں پانی کے گرنے کی آواز
سنی یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔ نہیں جاننا کہ وہ شخص کہاں آیا۔

علا کمال الدین بن زکریا کانکی انصاری جنھوں نے
مسئلہ زیارت و استغاثہ میں اپنے ہم عصر ابن تیمیہ کی تردید

میں ایک قصیدہ مجید میں یوں فرماتے ہیں:-

يَا اَفْضَلَ الرَّسُلِ يَا هُوْلِيْ اَلَا نَسَاهُ

وَيَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ مِنَ الشُّرْطِ اَصْلَاكُ

دلے افضل الرس لئے تمام مخلوقات کے آقا دلے تمام انس و
ملائک سے بہتر۔

يَا صَاحِبَ الْجَاهِ عِنْدَ اللّٰهِ خَافَهُ

مَا سَرَدَ جَاهُكَ اَلَا حَكْلُ اِفَاكُ

دلے خدا سے خائف کے نزدیک قدر و منزلت والے۔ سچے
دروغ گوئے کسی سے آپ کے باہ و منزلت کو رد نہیں کیا۔

علا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:-

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ لَمَسَ سَيِّدَ الْبَشَرِ

مَنْ وَجَّهَكَ الْفَتْرُوقُ نُوْسًا لِقَوْمِ

دلے صاحب جمال لئے سید البشر + آپ کے روشن چہرے
چاند روشن ہے۔

علا حضرت حافظ شاہ محمد امداد اللہ دربار نبوی میں یوں
عرض کرتے ہیں:-

كِرْمٌ فَرَاؤُكُمْ يَوْمَ يَرَادُكُمْ وَخِيٌّ سَعَى شَفَاعَتِكُمْ

ہم سے جرم و عیب پر نہ جانو یا رسول اللہ

پھنسا ہوں سب طرح گروا ب علم میں خدا ہو کر

مری کشتی کنارے پر لگا دو یا رسول اللہ

علا عاشق رسول عثمان حیدر آبادی یوں فرماتے ہیں:-

عَلَامُؤْنَ كُوْدِيْنِيْ فِيْ بِلَانِيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

نَحِيْبِيْ هُوْ بِيْ طُكُوْفُوْ كَا طُكُوْفُوْ كَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

یا محمد نیچے طیبہ میں بلانا ہو گا

جیسے جی ٹھک وہ دربار دکھانا ہو گا

خواس درجہ ہوا ہوں کہ تصور میں ترے

جس پہ پڑتی ہے نظر تو ہی نظر آتا ہے

دلائل مذکورہ فقہ نمبر ۱۱۱۱ قرآن و حدیث و فقہ
اولیا و عظام کے اقوال پر فقہ داری جواب مطلوب ہے ؟

جواب:-

مسلمانوں کے درمیان جن فقہی جزیات میں عرصہ اختلاف

چلا آ رہا ہے اور وہ جزئیات مادی دین نہیں ہے۔ ان پر ہم نے شروع ہی سے زیادہ بحث نہیں کی ہے اور اب تو بالکل نظر انداز ہی کر دیا ہے۔ لیکن رسول کو حاضر و ناظر جلنے کا مسئلہ فریضی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ بنیادی اور اہم تر مسئلہ ہے جس پر توحید کا مدار اور ایمان باللہ کا انحصار ہے۔ اس لئے باوجود اس کے کہ آپ کا سوال لغوی غیر ہونے کے ساتھ ساتھ طویل بھی ہے۔ ہم نے اسے چون کاٹوں نقل کر دیا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اسی طرح کے خیالات میں مشیار مسلمان گرفتار ہیں۔ اور ان کے لئے اس باب میں بہارِ احزاب مفید ہے گا۔

سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہئے کہ توحید مکمل اسلام کی بنیاد ہے۔ اگر اس بنیاد ہی میں خامی ہو تو اوپر کی تمام عمارت کج اور کمزور ہوگی۔

دوسرے بیچھنا ضروری ہے کہ توحید کی ضدِ شرک ہے۔ جہاں شرک آیا اور توحید خائب ہوئی۔ توحید خائب ہو جائے تو دین ختم اور دین ختم ہو گیا تو تمام نیک اعمالیاں اور خوش اعتقادات بائیں بنے نتیجہ۔ قرآن کا آخری فیصلہ ہے کہ کافر و شرک کی نجات نہیں ہوگی۔ چنانچہ دین کی بنیاد جس کلمہ پر ہے اس میں بھی کاشعریہ کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔ اور کلمہ شہادت میں نہ صرف محمد کی رسالت کا اقرار مانگا گیا ہے بلکہ ان کی عبدیت کا بھی اقرار مطلوب ہے بلکہ عبدیت پہلے رسالت بعد میں۔

داشہد ان محمداً اور گواہی دیتے ہیں کہ محمد اللہ کے عبد کا دوسرے سونے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں۔

رسول سے بھی پہلے بندہ ہونے کی گواہی دوانا نفس انسانی کو اسی لغزش سے بچانے کے لئے ہے جو وہ فرط عقیدت میں رسول کے پاس سے کرتا ہے۔

ہمارا واضح عقیدہ یہ ہے۔۔۔ اور ہمارا ہی نہیں، تمام ائمہ و محدثین کا متفقہ عقیدہ ہے کہ شرک ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ میں بھی برباد ہی دین کا سبب ہوتا ہے۔ شرک کی تشبیح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی۔ خواہ وہ رسول خاتم الرسل الانبیاء ہی کیوں نہ ہوں اللہ کی کسی بھی صفت میں برابر کا شریک کرنا توحید کی ضد ہے۔ یا مخلوقات میں کسی کے بھی لئے کوئی ایسی قوت طاقت

سب سے پہلے جو عطا کرے نہ ہو، بلکہ ذاتی ہو، شرک ہے۔

آنحضور علیہ السلام نے تک افضل مخلوقات تھے۔ فریبکتا تھے۔ صاحبِ عجزات تھے۔ بہت سی پوشیدہ چیزوں کو چلنے والے تھے۔ لیکن عقل و عقل دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ کی بکتائی و کماں اور خوبی و عظمت اللہ ہی کی عطا کردہ تھی۔ اور معجزہ فی الاصل اللہ ہی کی قدرت و کماں کا مظاہرہ تھا۔ اور بعض پوشیدہ چیزوں کا علم اللہ ہی نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ قرآن اسی لئے وضاحت سے توجہ دلاتا ہے کہ محمد کی عظمت و برتری کو مانو و البوا فرط عقیدت میں حدود اللہ سے نہ نکل جانا۔ محمد باوجود اسی تمام عظمت و بلند ہی کے ایک بشر ہی ہیں اور اسی طرح اللہ کے بندے ہیں جس طرح تم سب۔ انہیں دیگر گمراہ اقوام کی طرح اپنا رب اور معبود نہ بنا لینا۔

اس مختصر تہجد کے بعد آپ اپنے اہم دلائل کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں:-

۱۔ سبحان الذی اس۔ اس کے تحت تفسیر قادری کی جو عبارت آپ نے نقل فرمائی وہ یہاں بے محل ہے۔ یہاں بحث معراج کی نہیں نہ اس میں کوئی گفتگو ہے کہ رسول عربی تمام انبیاء کے سردار و امام ہیں یہ تو ہر مسلمان جانتا اور مانتا ہے۔

۲۔ محمد نور بخش صاحب کی "سیرت رسول عربی" کا حوالہ آپ نے پیش فرمایا۔ حالانکہ آؤں تو نور بخش صاحب کا دعویٰ شخص دعویٰ ہے بے دلیل۔ آنحضور کا تبر مبارک میں آذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھنا کیوں درست مانا جائے جب کہ اس پر کوئی ایسی دلیل نہیں جو شواہد فطرت اور عقل و قیاس کے مسلمات کو نظر انداز کر دینے پر مجبور کر دے۔ دوسرے میں آپ کے سامنے قرآن کی آیت پیش کر رہا ہوں اور وہ بھی افضل البشر یعنی صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوجبر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے۔ اور آپ نور بخش صاحب کا حوالہ دے رہے ہیں!۔ کیا آپ کے خیال میں صدیق اکبر اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے جسے نور بخش صاحب نے سمجھا ہے؟ کیا قرآن کا بیان قاطع یا شکوک ہے؟ نعوذ باللہ من ذالک۔

۳۔ معراج کا معاملہ۔ تو آپ اور میں سب جانتے ہیں کہ وہ کوئی عام دنیاوی معاملہ نہیں۔ بلکہ ایک مخصوص ترین معجزہ ہے،

یہ فقہی بحث الگ ہے کہ مصحّی القیام پڑھتے ہوئے جو حکایت
 و اخبار کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔ امام غزالیؒ یا شیخ عبدالحقؒ کے
 الفاظ کا مطلب اور کچھ بھی ہو لیکن یہ یقیناً نہیں ہے کہ رسول اللہ
 حاضر و ناظر ہیں۔ ہم ان ہر دو اکابرین کی عبارات پر یہاں
 کلام کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ یہ قسمی سے پہلے ہی قوم کے اکثر و بیشتر
 افراد شعوری و غیبی شعوری طور پر خدا پرستی کی بجائے اکابر پرستی
 اور انسان پرستی میں گرفتار ہیں۔ ہم کتنی ہی ایمانداری اور عقولیت
 کے ساتھ کلام کریں وہ بدگمان اور برافروختہ ہو جائیں گے۔
 مان لیا کہ دونوں حضرات کے اقوال بالکل درست ہیں۔ لیکن
 رسول کے حاضر و ناظر ہونے پر ان سے کیا استشہاد؟ امام غزالی
 یا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہما یہ تو نہیں کہہ رہے کہ آں حضور مصلیوں کے
 سامنے حاضر و ناظر ہیں!

القیام میں السلام علیک ایہا النبیؐ کو اگر الفاظ حکاتی
 نہ مانا جائے تب بھی اس کی بہترین تاویل یہ ہے کہ نماز ایک
 خاص وقت سے دے رہا یا بزدی میں حاضر ہے۔ یہ قیاس کے
 عین مطالبی ہے کہ اللہ کے دربار میں اس کے محبوب حضرت محمدؐ
 موجود ہوں۔ لیکن اس موجودگی اور وجود کو جو شخص "حاضر و ناظر"
 سے تعبیر کرتا ہے اس کی یہ شعوری میں کیا شک ہے۔

علا صوفیاء کے مواہب کا دین میں کیا درجہ ہے اس کی قطع
 نظر کرتے ہوئے مواہب صوفیان کا پیش کردہ اقتباس بھی
 رسول اللہ کو حاضر و ناظر منوانے میں مفید نہیں۔ بیشک انسانوں
 میں سے کوئی بھی جملہ خصائص میں آنحضرتؐ کے مماثل نہیں ہو سکتا
 یہی تمام مسلمین کا عقیدہ ہے۔ لیکن اس سے حاضر و ناظر ہونا کہاں
 ثابت ہوا۔ لاریب آنحضرتؐ کا وصف مخصوص قاب تو سین
 اور ادنیٰ ہے۔ لیکن پھر وہی سوال کہ حاضر و ناظر ہونے سے اس کا
 کیا تعلق؟۔ سورۃ التیٰ کی تشریح میں یہ کہنا کہ حضور اکرمؐ کا حق
 کے ساتھ حاضر و ناظر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ عجیب متعجب
 ہے۔ یہ حق کے ساتھ "چہ معنی دارو؟"

حضرت عثمان بن اُبت نے جو کچھ کہا ہے وہ تو ہم اور جملہ
 مسلمین کہتے ہیں حضورؐ پر جو کونین کی رفعت و بلندی کی کیا انتہا
 ہے؟۔ لیکن کوئی بھی رفاقت ہو بشریت کی حد میں ہوگی۔ بالکل

جس کی ان تمام جزئیات پر چوتہ آن وحدیث سے ثابت نہیں
 آنکھیں بند کر کے ایمان رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اول تو علماء
 کے درمیان ہی اختلاف ہے کہ معراج جسمانی تھی یا روحانی۔
 لیکن ہم۔۔۔ جو معراج جسمانی کے قائل ہیں۔ باوجود اس قول
 کے یہ خوب جانتے ہیں کہ یہ قدرت خداوندی کا ایک خاص
 مظاہرہ تھا اس سے دنیا کے عام معاملات اور مادی واقعات
 و احوال میں استدلال بچھڑنا درست نہیں ہے۔ اگر اس بات
 کو بالکل درست مان لیا جائے کہ معراج کے سفر میں بیت المقدس
 میں حضورؐ سرور کونین نے تمام انبیاء و ملائکہ کی اسی طرح امامت
 کی جس طرح اپنی عام زندگی میں صحابہ کی کرتے تھے تب بھی اس
 سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء کبھی مرے ہی نہیں۔ اور مرے
 تو پھر اسی طرح زندہ کر دیتے گئے جس طرح ہم اور آپ زندہ ہیں۔
 غور فرمائیے کہ عذاب قبر کے بیانات سے حدیثیں بھری پڑی ہیں
 ظاہر ہے کہ عذاب و ثواب اور تکلیف و راحت زندوں ہی کو
 لئے ہے۔ پس آپ تمام ہی انسانوں کے بارے میں یہ کیوں نہیں
 کہتے کہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں؟۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مرنے
 کے بعد ہمارے ہم قبروں میں خاک ہو جاتے ہیں۔ لہذا عذاب قبر
 کے لئے جو زندگی ضروری ہے وہ یہ زندگی نہیں جو یہاں دنیا میں
 نظر آرہی ہے۔ نہ اس کے وہ لوازم ہیں۔ بلکہ کسی بھی انسان کو صحیح
 طور پر نہیں معلوم کہ وہ قبر کی زندگی کیسی ہے اور عذاب قبر کی
 واضح تفصیلات کیا ہیں۔ اسی طرح کوئی نہیں جانتا کہ انبیاء اور
 شہداء وغیرہ کو اس دنیا کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے کہاں اور
 کس حال میں رکھا اور انھیں کس طرح کی زندگی بخشی تھی۔ انسان کو
 تو قرآن نے یہ عقیدہ دیا ہے کہ۔۔۔

مَلِكًا مُّوَفَّيًّا عَلَيْهِ مَا فِي
 دُورِ الْجَاوِلِ وَالْأَلْوَامِ۔
 مَا وَمَا مُحَمَّدًا إِلَّا رَسُولٌ
 قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
 آتَانِ مَا تَأْتِي الْقُرْآنُ
 الْقُرْآنُ عَلَى أَعْقَابِہِ۔

جو کچھ بھی زمین پر ہے سب خالق
 ہے اور صرف اللہ جل شانہ کی ذات
 والاصفات ہی باقی رہنے والی ہے۔
 اور نہیں ہیں محمدؐ کو ایک رسول۔
 ان سے پہلے بہت سے رسول گذری
 ہیں۔ پس اگر وہ محمدؐ مر گئے یا قتل کر دیے
 گئے تو کیا تم لوگ ان پر دل ٹھکانو؟

دور ہو۔ بس قربانی اور اعتقادی طور پر مسالغہ آمیز تصدیق خوانی کی جاتے اور ایسے فاسد خیالات رکھے جائیں جو اسلام کے دامن پاک پر شرک و ذلالت اور توہم و تشکیک کے سیاہ داغ مچتے ڈالنے والے ہوں۔

الصلوٰۃ اسرنا الحق حقا وان ابا اهل بالصلوٰۃ الہم
حفظنا من شر الامور وشر العقول۔ الہم حفظنا من
شر العلویۃ والادنیۃ۔ الہم حفظنا من شر اهل
الانفس۔

سوال :- از محمد ابن الحق - فیجور۔

۲۵ نومبر کے اخبار دعوتِ بودائی سے نکلے اس میں نامہ نگار کی رپورٹ ہے کہ قصبہ گنگوہ کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا دینی مدظلہ العالی نے جماعت اسلامی کے لوگوں کو قادیانی سے بدتر کہا ہے۔ ابنا۔

۱۔ قادیانیوں نے ایک نیا رسول گھڑا ہے۔ اس لئے وہ ہرگز مسلمان نہ ہے۔
۲۔ جو مسلمان قادیانی ہو جاتے وہ مرتد ہو۔
۳۔ مرتد کا نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔

اب جماعت اسلامی کے افراد اپنی بیویوں سے کیا معاملہ کریں۔ یہ بھی ظاہر کریں کہ علی لغایت علی کا اصول ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب :-

دعوت میں شائع شدہ رپورٹ ہم نے بھی پڑھی ہے بات یہ ہے کہ کسی تقریر میں بیان کی رپورٹ کے ہر ہر لفظ کو اتنی وقت لقمینی مانا جا سکتا ہے جب خود بیان کرنے والا بھی اس کی صریح تصدیق کر دے۔ ورنہ ارادۃ اور سہواً دونوں ہی طور پر ایسی رپورٹوں میں چند الفاظ یا جملے گھٹ بڑھ جایا کرتے ہیں۔ اور ہر موشمذہب جانتا ہے کہ بعض جگہ ایک لفظ کا انہماک یا حذف عبارت کو کچھ سے کچھ بنا سکتا ہے۔ چونکہ کسی اور اخبار میں یہ رپورٹ اپنی تین تین شکل میں ہماری نظر سے نہیں گذری اس لئے ہم یہ مانتے کو تیار نہیں ہیں کہ مولانا دینی نے واقعی وہ اشارہ فرمایا ہو گا جو آپ نے پیش کیا ہے۔ اور جو رپورٹ میں واقعی موجود ہے۔

والہذا مخاطب ہے جیسا شاعروں کے یہاں عاشق کی زبان سے محبوب کے لئے پایا جاتا ہے۔ اس میں عاشق کو یا محبوب کو سامنے تصور کرتے ہوئے اس سے مخوکلام ہوتا ہے۔ بے شک یہ مذہبائیت کا عقیدت کے اظہار کا ایک والہانہ طریقہ ہے جس کے جو ازیں کوئی کلام نہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ سمجھے کہ عشاق کے والہانہ خطاب سے معشوق واقعتاً حاضر و ناظر ہو جاتا ہے، اور تصور محتم طور پر پڑی وجود بن جاتا ہے تو یہ دیا کی کسی کو کیا ہوگا؟

دوسرا وہ طریقہ راہ ہے جو فی زمانہ نساہ عقیدہ کی باعث رائج ہو گیا ہے۔ یعنی معیشت کے وقت بطور امداد حضرت علی یا غوث اعظم یا رسول اللہ کو پکارنا۔ اس طریقہ میں صرف والہانہ خطاب کی کارفرمائی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے پیچھے مخاطب کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ کارفرما ہوتا ہے یہ بلاشبہ شرک ہے اور چونکہ یہ بہت عام اور رائج ہو چکا ہے اس لئے اللہ کے سوا کسی کو "یا" سے پکارنا مطلقاً حرام نہ ہو تو مشتبہ اور غیر حافی ضرور ہے۔

جو لوگ فرط عقیدت میں اولیاء و انبیاء کو ان کے اصل مقام سے ہٹا کر خدائی تخت پر بٹھاتے ہیں وہ ایسا ہی القلم کرنے میں جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا کر کیا۔ بلکہ عیسائیوں کے لئے تو قیاسی طور پر اس کی گنجائش بھی تھی کہ بڑا پاپ کے پیرا ہوئے والے نبی کے لئے کوئی باپ فرض کر لیں خواہ وہ اللہ ہی ہو (نعوذ باللہ) لیکن مسلمانوں کے لئے اس کی کیا گنجائش ہے کہ رسول اللہ کو شریک خدا ٹھیرائیں جبکہ قرآن و حدیث صراحتاً اور بالستکرا اس کی تردید کر رہے ہیں۔

آخر میں ہم تمام برادرانہ اسلام سے باادب گزارش کریں گے کہ اولیاء و انبیاء کا اصل احترام اور عقیدت مندی یہ ہے کہ جس مشن کو انھوں نے اختیار کیا تھا اور جس مقصد پر انھوں نے زندگیاں تنج دیں اسے اپنایا جائے۔ رسول اللہ کی دعوت حق اور تبلیغ دین کا اسوۂ حسنہ اختیار کر کے حقیقی مالک خالق کی بندگی کی جائے۔ اسلام کو اسی طرح برپا اور غالب و عالم کرنے کی سعی کی جائے جس طرح کہ رسول آخر الزماں اور ان کے اصحاب کرام اور اولیاء و انبیاء نے کی۔ یہ عقیدت و احترام نہیں۔ بلکہ توہین و تضحیک ہے کہ عملی زندگی تو اسوۂ رسول سے

لیکن فی الوقت اس بحث کو چھوڑیے کہ مولانا مدنی نے کیا فرمایا اور کیا نہیں فرمایا۔ مولانا مذکورہ ایک بزرگ اور عالم ہیں رسول نہیں ہیں کہ ان کے ہر کلام کو حجت دینی سمجھ لیا جائے۔ نہ کسی شے کی حرمت و حلالیت پر کسی بڑے سے بڑی فقیہ اور علماء اور مجتہد کے ارشاد کا کچھ اثر پڑتا ہے جتنا کہ قرآن و سنت کی گواہی اس کے ساتھ نہ ہو۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا جماعت اسلامی کے اوقاف و اعمال کا کوئی ایسا گوشہ عانتاً المسلمین کیساتھ آج کل کے جس کی رو سے اس پر کسی باطل اور مردود گوہ کی تشبیہ و تمثیل نہ ہو سکے۔ عناد و تعصب اور کبر و انایت کی تو بات اور ہے لیکن جہاں تک ایمان و دیانت اور الصفات و عمارت کے تعلق سے جماعت اسلامی کو فرمایا گیا یا چلکا الوی جماعت سے بدتر یا اس جیسا کہ ناسی طرح ممکن نہیں۔ نہ صرف یہ کہ ایسا کہنے والے کو اہل عقل یا وہ گو مغفرتی اور تعصب سمجھیں گے بلکہ ایسے شخص کی آخرت بھی ضرور خطرے میں پڑ جائے گی۔ کیونکہ عتاد یا فی اور چلکا الوی حضرات صراحتاً اور بد اہمترہ میں غیر مسلم ہیں۔ جماعت اسلامی کے افراد کو ان جیسا یا ان سے بدتر کہنا بلا شک و شبہ اس کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتا کہ یہ بھی مرتد اور غیر مسلم ہیں۔ یہ سب سے بڑی گالی ہے جو کسی مسلمان کو دی جا سکتی ہے۔ یہ سب سے ہولناک الزام ہے جو کسی مسلمان پر رکھا جا سکتا ہے۔ ایسی گالی دینے اور ایسا الزام رکھنے کے لئے معقول وجوہات کی ضرورت ہے۔ خدا صرف میرا اور آپ کا نہیں۔ جماعت اسلامی والوں کا بھی ہے۔ وہ اگر جماعت اسلامی کے افراد سے آخرت میں پورا پورا خاصہ کرے گا تو مجھ سے اور آپ سے بھی کرے گا۔ جو لوگ عتاد اسلامی کو کافر و زندیق ٹھہرائیں انھیں ٹھہرانے دیجئے۔ ان کو اپنی جواب دہی آخرت میں خود کرنی ہے۔ میں اور آپ اگر جماعت اسلامی کو کافر و زندیق تو کیا گمراہ اور خطا کار کہنے اور سمجھنے کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں رکھتے تو مجھے اور آپ کو پاپ ہے کہ اندھی تقلید اور نابینا عقیدت سے دور رہتے ہوئے اپنے عقائد کو اعتدال پر رکھیں۔

رہی یہ بات کہ مولانا مدنی نے جماعت اسلامی کو قادیانوں سے بدتر کہا ہے یا نہیں تو اگرچہ اس کی تحقیق و تصدیق سے عمل کچھ

حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم عرض ہی کر چکے ہیں کہ خدا اور رسول کے سوا جس نے بھی کچھ کہا وہ آنکھیں بند کر کے قبول کر لینے کے قابل نہیں ہے۔ نہ علم و استدلال اور معانی کی ترازو میں مجتہد و علمائے سے فی الواقع کوئی وزن گھٹتا بڑھتا ہے۔ تاہم اگر آپ تحقیق کرنا ہی چاہیں تو براہ راست خط لکھ کر پوچھ لیں۔

قادیانیوں کے باب میں جو مغفرتی کبریٰ دھوڑی سی فتی غلطی کے ساتھ آپ نے تحریر فرمایا وہ درست ہے۔ قادیانیوں کی بے دینی انہیں انہیں ہے۔ لیکن یہ سوال یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے افراد اپنی بیویوں سے کیا معاملہ کریں؟ اگر مولانا مدنی نے واقعی جماعت اسلامی کو قادیانی سے بدتر کہا ہے اور اس کے اٹھی اٹھے تمام جماعت والے مرتد ٹھہرائیں تب بھی وہ خود کو یوں کچھ فکر کرنے لگے۔ فکر تو ان کی بیویوں کے والدین اور ان عزیز و اقربا کو کرنی چاہئے جو علماء کی عنایت سے اب تک مسلمان بن چکے ہیں اور قادیانی نہیں ہوتے ہیں۔ وہ سوچیں کہ جماعت اسلامی کے ائمہ یعنی قادیانیوں یعنی کافروں کے پیچھے اپنی سرابا مسلمان بیویوں اور بیٹیوں کو کیونکر نکالیں۔

بخاری شریف اردو میکسٹ

جہاں تک ہمیں علم ہے صحیح الکتاب بعد کتاب اللہ (قرآن) کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری شریف کا اتنا اہم اور عزیز آج تک شائع نہیں ہوا۔ یہ پہلی اور نہایت مبارک کوشش ہے جو صحیح المطالع کراچی نے کی ہے۔ امام بخاری کی صحیح کردہ ۲۷۵۰ حدیثوں کا سلیس اور قابل اعتماد ترجمہ پانچہ طبعات و کتابت سے اچھے صحیفہ کاغذ پر آپ مکتبہ تجلی دیوبند سے حاصل کر سکتے ہیں۔ تین حق و غیر متشکل ہے تجلی مجموعی قیمت صرف پونے دو روپے ہے۔ آئندہ معمولی درجہ جلد سائیس روپے۔ جلد چھ درجہ جلد سائیس روپے۔ ہر جلد الگ الگ بھی طلب کیے جاسکتے ہیں۔ اس صورت میں فی جلد پونے دو روپے قیمت ہوگی (جلد چھ گیارہ روپے)

مکتبہ تجلی دیوبند (دیوبند)

اسلامی حکومت کے والیان و امراء

از مولانا ابو محمد امام الدین صاحب

قسط نمبر ۲۲

عدل و انصاف، حریت و مساوات اور حکومت کے فیوض و برکات سے یکساں طور پر بہرہ ور اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

اسلامی حکومت نہ خود یہ عقیدہ رکھتی ہے۔ اور نہ لوگوں

میں یہ پروپیگنڈا کرتی ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا ہے اور اسی دنیا کی

زندگی ہے۔ لہذا ظلم و جور، جبر و تشدد، بے انصافی و حق تلفی،

دغا و فریب، قہراری و بدعہدی، جس طریقے اور جس ذریعے سے

بھی ممکن ہو زندگی کو کامیاب اور خوش حال بنانا چاہتے۔ بلکہ

اسلامی حکومت لوگوں کو تلقین و ہدایت کرتی ہے کہ دنیا عارضی

اور فانی ہے۔ حقیقی اور پائیدار زندگی آخرت کی ہے۔ اس لئے

دنیا میں بہر حال اور ہر حقیقت حق و انصاف اور خدا ترسی و

پرہیزگاری کی زندگی گزارنی چاہئے کہ آخرت کامیاب ہو اور

اس مقصد کے لئے ہر عمل اور ہر اخلاق میں حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ اور پیارا بنا چاہئے کہ خدا نے ان کو

اسی لئے مبعوث فرمایا تھا۔ اور انھوں نے کامل سبے لوٹی اور

راستبازی کے ساتھ خدا پرستی، خدا ترسی اور خدا کی اطاعت

و قرا برداری کا نمونہ قائم کیا تھا۔

یہ ہے اسلامی حکومت کی اولین بنیادی خصوصیت اس

خصوصیت سے دوسری بنیادی خصوصیتیں کس طرح وجود پذیر

ہوتی ہیں؟ اس کی تفصیلات، اسلامی حکومت کے ان سربراہ کاروں

اور کارکنوں کے ارشادات و اعمال سے معلوم ہوتی ہیں۔

جنھوں نے صداقت شعاری اور استبازی اور وفا کشی کے

ساتھ خرابی حکومت کی نیابت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ

اسلامی حکومت کی بنیادی خصوصیات

خصوصیات ہوتی ہیں جو اس کے ہر شعبے، ہر عمل اور ہر رکن اور کارکن

پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اور اس طرح اس کے حدود اختیار و اقتدار

میں لینے والے تمام انسانوں پر ان کا اثر پڑتا ہے۔ اگر کسی حکومت

کی بنیادی خصوصیات میں حق و راستی، عدل و انصاف، حریت و

آزادی، اخوت و مساوات، فلاح و سعادت اور صلح و نیکی

کے عناصر موجود ہوتے ہیں تو وہ عناصر ابھرتے ہیں، نشوونما مل

کرتے ہیں، پیمان چڑھتے اور برگ و بار لاتے ہیں۔ جن سے تمام

رعایا مستفید ہر بہرہ یاب ہوتی ہے۔ اور ملک میں عدل و انصاف

حریت و مساوات، امن و امان، صلح و کامرانی، راحت و

خوشی، نافرمانی و خوش حالی کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر

اس حکومت کی بنیادی خصوصیات برعکس ہوتی ہیں تو انکے اثرات

اور اثرات و نتائج بھی برعکس اور مختلف ہوتے ہیں۔

اسلامی حکومت کی بنیاد خدا و رسول اور آخرت کو چھینے

پر مبنی ہے۔ اس میں انسان انسان کا عالم نہیں ہوتا۔ حاکمیت

اللہ کی ہوتی ہے۔ تمام انسان اللہ کے محکوم ہوتے ہیں۔ کچھ انسان

جو خدا ترسی، خدا پرستی اور تقویٰ و پرہیزگاری میں ممتاز ہوتے ہیں

جنہوں کی تطہوری سے اس حکومت کے سربراہ کار اور کارکنان

بلانے جاتے ہیں۔ وہ ملک میں اپنے نہیں، جمہور کو بھی جس بلکہ خدا

کے قوانین و احکام نافذ کرتے ہیں۔ اور حاکم و محکوم سب کے سب

یکساں طور پر ان کے پابند ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سب کے سب

خاصوں سے اہل حقوق کے حقوق دلو اسے۔

۴۔ حکومت کا فرض ہے کہ ملک میں بے حیائی اور بدکاری نہ پھیلنے دے۔ اس کو فاحش اور منکرات سے پاک رکھے۔

۵۔ معیار اطاعت صرف اللہ و رسول ہیں۔ جس کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ہو، اللہ و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کے ماتحت ہو۔ اس سے آزاد ہو کر کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے اور وہ حکومت کا مقتدر اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مجمع کو خطاب کر کے فرماتے تھے، میں میں عوام اور حکومت کے امر اور اعمال سب تھے۔ مالیات کے مسئلہ پر آپ نے فرمایا:-

”مہاجرو! کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ صرف تین طریقے ہیں جن کے اختیار کرنے سے یہ مال حلال ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ حق کے ساتھ وصول کیا جائے اور حق میں صرف کیا جائے۔ ناجائز طریقہ سے اس کو خرچ نہ کیا جائے۔ میرے اور تمہارے مال کی مثال تم کے دلی کی مثال ہے۔ اگر میں تمہارا ہوں گا تو اس کے لئے سزا سزا کروں گا۔ اور اگر محتاج ہوں گا تو بھلائی کے ساتھ اسکو ضرورت کے موافق اپنے اور پر صرف کروں گا۔ میں کسی کو یہ موقع نہ دوں گا کہ وہ کسی کے ساتھ زیادتی کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو میں اس کے چہرے کو اپنے پاؤں سے سسل دوں گا کہ وہ حق کے راستہ پر جانے لگے۔ تمہارے کچھ حقوق ہیں جن کو میں اس لئے بیان کرتا ہوں کہ تم مجھ سے ان کا مطالبہ نہ کرو۔ میرا فرض ہے کہ میں خراج اور خمس کا مال جائز طریقے سے وصول کروں۔ اور مال میرے پاس آئے تو میں اس کو صحیح کاموں میں خرچ کروں، میرا یہ بھی فرض ہے کہ تمہارے وظیفوں کو بڑھاؤں اور سرحد کی حفاظت کروں۔ نیز میرا فرض ہے کہ تم کو خطرے میں نہ ڈالوں۔“ (اموۃ صحیحہ ص ۱۶۷)

عوام کے حقوق کے بیان کے بعد آپ نے دایمان دیا اور کو مخاطب فرمایا:-

الدوان لہم العشکم امرؤ
درا جبارین ولكن بختکم
اٹمة الہدیٰ بختکم
خبردار! میں نے تم کو لوگوں پر
ڈرا جبارین ولكن بختکم
اٹمة الہدیٰ بختکم
بھجیا ہے۔ بلکہ سیدھا راستہ دکھانے

علیہ وسلم کی پیروی کا حق ادا کیا، جن کو دنیا خلفائے راشدین اور ان کے متبعین کے نام سے جانتی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان حضرت صلعم کے خلیفہ اول تھے۔ انھوں نے بحیثیت خلیفہ جو پہلا خطبہ دیا تھا، اس میں اسلامی حکومت کی بنیادی خصوصیات دکھی جاسکتی ہیں آپ نے فرمایا:-

”لوگو! میں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں، لیکن میں تم سے کسی طرح بہتر نہیں ہوں۔ اس لئے جب تک میں اچھے کام کرنا تم میری مدد کرو اور جب مجھ کو کسی برائی کا صدور ہو تو مجھے سزا کرو۔“

یاد رکھو! سچائی امانت اور جھوٹ خیانت ہی تم میں چکر رہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک انشاء اللہ اسکا حق نہ لو اور اسے اسی طرح تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں انشاء اللہ اس سے حق وصول نہ کروں۔

یہ بھی سن لو کہ جو قوم جہاد چھوڑ دے گی خدا اسے ذلیل کر دے گا۔ اور جو قوم غش اور بدکاری میں مبتلا ہو جائیگی خدا اس پر بلا نازل کر دے گا۔

دیکھو! میں جس کام میں اللہ اور اس کے اصول کی اطاعت کروں تو تم بھی میری اطاعت کرو اور جس کام میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تم پر میری کسی طرح کی اطاعت قائل نہیں ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

یہ ہیں اسلامی حکومت کی بنیادی خصوصیات۔

۱۔ اسلامی حکومت کا مقتدر اعلیٰ بھی اسی وقت تک جمہور کی امداد اعانت کا حق ہے، جب تک وہ راہ ہدایت پر قائم ہو۔ اور لوگوں کی اصلاح و بہبود کے مطابق کام کر رہا ہو۔

۲۔ اگر وہ بے راہ روی اختیار کرے اور عوام کے مفاد کے خلاف کام کرنے لگے تو نہ صرف یہ کہ اس سے ختم پوشی نہ کی جائے بلکہ اسکو صلاح و راستی پر لانے کی کوشش کی جائے۔

۳۔ اسلامی حکومت میں قوی اور کمزور کی بنیاد صرف حق پر ہوتی ہے۔ صاحب حق قوی ہوتا ہے اور غاصب کمزور۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ اور

(۳) حکومت کے عمال اور حکام کی مثال تمیم کے دلی کی سی ہے اگر وہ ضرورت مند ہوں تو سرکاری خزانے سے آسانی لینا چاہتے جتنے سے وہ اوسط درجہ کی زندگی گزار سکیں۔ ان کو یہ حق نہیں ہے کہ عوام تو شکستہ عمال ہوں اور حکام و عمال مختلف حیلوں سے ان کا مال وصول کر کے عیش اڑائیں۔ اللہ ہا تو آزی کریں۔ اور اپنی شان و شوکت کے مظاہروں پر بے دردی جیسا کہ انکا مال صرف کریں۔

(۴) حکومت کا فرض ہے کہ ظالموں کے ساتھ کسی قسم کی ذمہ داری و رعایت نہ کرے کہ ملک کا امن و امان اور پبلک کاسکون اطمینان قارت ہو۔

(۵) عوام کے ساتھ حکام کا سلوک اعتدال پسندانہ ہونا چاہیے ان کے ساتھ ایسی سخت گیری نہ کی جائے کہ ان کی خود داری اور حیثیت کا خون ہو جائے۔ تہہ جانے اور تعریف دستا شہر کہ وہ عملی راستے پر چڑھ جائیں اور مدد اہنت اور چالوسی کو خوبالیں۔

(۶) حکام کا دروازہ ہر کس کو ناکس کے لئے ہر وقت کھلا رہنا چاہئے۔ تاکہ مظلوم داد پا سکیں۔ اور ظالم ظلم پر جری اور دلیر نہ بن جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ کوئی وحشی اور سرسری پائنتیں نہ تھیں۔ بلکہ انھیں کے مطابق آپ کا مستقل طریقہ کار تھا۔ جب آپ کسی شخص کو کہیں کا والی اور حاکم مقرر فرماتے تو اس سے باقاعدہ عہد لیتے کہ وہ تم کی گھوٹے پر سوار نہ ہوگا۔ یا ریک کپڑی نہ پہنے گا چھنا ہوا کتان نہ کھائے گا۔ اس کا دروازہ ضرورت مندوں کو کھلے رکھا رہے گا۔ دروازے پر دربان نہ بٹھائے گا۔ اس کی تقرری کے پر وائے میں پیشہ میں تحریر ہوتیں اور عوام کے مجمع میں پڑھ کر سنائی جائیں۔ (الغاروق حصہ ص ۱۱۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایک حاکم اور عامل کی خبر لے لکھتے تھے۔ اور ان کے طرز عمل میں کوئی خرابی پاتے تھے اس سے فوراً مواخذہ کرتے تھے اور ضروری کارروائی عمل میں لاتے تھے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جنیل القادر و صحابی۔ قادیسیہ کے فلاح اور کوفہ کے گورنر تھے۔ ان کے متعلق حضرت عمر کو شکایت پہنچی تو آپ نے ان کو کوفہ سے مدینہ طلب کر کے ان کے اظہار لیا۔ حالانکہ اس زمانہ میں ایرانیوں اور مسلمانوں کو درمیان زبردست جنگ چھو رہی تھی۔ یہی معاملہ حضرت مولیٰ اشعری

فادس راعی المسلمین
حقو قصم ولا تفر بوہم
فتذ لوہم ولا تخذلہم
فتقتنوہم ولا تخلقوا لہن
دونہم فی اکل و بیعہم
ضعیفہم ولا تستأثروا علیہم
فقطلوہم (الغاروق حصہ ص ۱۱۱)

لے امام بنا کر بھیجے کہ لوگ تمہارے ذریعہ سیدھی راہ پر چلیں۔ تمکو چلبے کہ لوگوں کے حقوق ادا کروانے ساتھ دو کو سبے پیش نہ آؤ کہ انکو ذلیل کر ڈالو انکی خواہ مخواہ بیع و ستائش بھی نہ کرو کہ وہ غلطی پر چڑھ جائیں۔ ان کے لئے اپنے دروازے بند نہ کرو کہ ان میں جو قوی ہوں وہ کمزوروں کو کھا جائیں۔ اور ان پر اپنے کو ترجیح دے کہ ان پر ظلم نہ کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیال سے بھی اسلامی حکومت کی ان بنیادی خصوصیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔

(۱) جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبوں میں فرمایا تھا۔ مقتدرین حکومت اسی وقت تک عوام کی اطاعت کا حق رکھتے ہیں جب تک وہ خود اللہ کے اطاعت گزار ہوں۔

اسلامی نظام زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت اللہ و رسول کی اطاعت کو دی گئی ہے اور اسے اصل الامور ٹھہرایا گیا ہے۔ موجودہ دور کی خدا کی منکر اور باغی دنیا اس بنیاد کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتی۔ اس کے نزدیک خدا اور رسول کا عقیدہ اس دور ظلمت کا فرسودہ عقیدہ ہے جب انسان پر علم و تحقیق کی روشنی نمودار نہیں ہوتی تھی۔ اگر اس عقیدے کے ساتھ بڑی ذمہ داری برتی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ جو لوگ یہ عقیدہ رکھنا چاہتے ہوں وہ خوشی سے رکھ سکتے ہیں۔ مگر یہ ہر شخص کا ایک ذاتی معاملہ ہے اسے اجتماعات میں دخل لینے کی اجازت نہیں ہوتی چاہئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانی زندگی میں اللہ کی اطاعت مطلقہ اور اللہ و رسول کا اتباع غالب ہی وہ منبع خیر ہے جس سے حقیقی حریت و آزادی پہنچی شرافت و انسانیت اور حقیقی عدل و مساوات کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اور انسانیت کی کھینٹی سیراب ہوتی اور برگ و بار لاتی ہے۔

(۲) حکومت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ لوگوں سے ناحق طور پر ان کا مال لے لے اور لوگوں سے جو مال وصول کیا جا تو وہ کامل دیانت داری کے ساتھ انھیں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جائے۔

ہوئی تو آپ نے ان کے مال اور اسباب کا جائزہ لیا۔ اور سب سے اُدھال اور اسباب کے سرکاری خزانے میں داخل کر دیا (الفاروق حصہ صفحہ ۱۴ تا ۱۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار خطبہ دیا تو اس میں فرمایا:-

اللہم انی اشهدک علی
اصلہ اکاھ صاھس فانی انھا
بعثتمہ لیعلمون الناس
دیہنھم وسنة نبیہم بعد لانا
علیہم۔

اے اللہ! میں تجھ کو اپنے امراء پر گواہ بنا تا ہوں۔ میں نے انکو بعثتہم لیعلمون الناس صرف اس لئے مقرر کیا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے دین اور ان کی نبی کا طریقہ سکھائیں اور ان میں عدل قائم کریں۔

معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کا ایک خاص نبیادی مقصد عدل و انصاف کا قیام ہے۔ اور واقعات شاہد ہیں کہ اسلامی حکومت میں انصاف کو یہی مقام حاصل تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے حاکم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک بار ایک خطبہ میں لکھا:-

”سب سے زیادہ خوش نصیب حاکم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس کے سبب سے اس کی رعایا خوش حال ہو۔ اور سب سے زیادہ بد بخت حاکم وہ ہے جس کے سبب سے اس کی رعایا بد حال ہو“ (اسلامی ریاست حصار)

رعایا کو خوش حال بنانا اور اس کو بد حالی سے محفوظ رکھنا بھی اسلامی حکومت کی خصوصیات میں ہے۔

ذمہ داری کا احساس
انسان کے طرز عمل میں اس کے احساس جو شخص اس بات کا احساس رکھتا ہو کہ اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں، اور ان کو کس طرح پورا کرنا چاہئے وہ اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو اپنی ذمہ داریوں کی طرف سے غافل اور بے پروا ہو۔ اسلام نے حکومت و فرمان روائی کو سخت ذمہ داری کا کام قرار دیا ہے۔ جو لوگ خدا اور آخرت کے حساب و کتاب پر ایمان نہیں رکھتے وہ منصب حکومت کو ”ذمہ داری“ نہیں بلکہ ”حق بگھتے“ ہیں۔ اور اس کے حصول کے لئے جائز ہی نہیں ناجائز طریقوں سے کام لینے میں

کے ساتھ کیا گیا جن کا متاثر ترین صحابہ میں شمار تھا۔ ان کی چاہتی لوٹھی ان سے پھین لی گئی۔ ان کے متعلق صرف اتنی سی شکایت تھی کہ وہ اس لوٹھی کو جو کھانا کھلاتے ہیں وہ عام مسلمانوں کو بہتر ہوتا ہے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کے بازار میں گشت کر رہے تھے، ایک طرف سے آواز آئی عمر عاملوں کے لئے چند ضابطے لکھا کہ تم خدا کی منزلت سے بچ جاؤ گے؟ تمہیں معلوم ہے کہ عیاض بن غنم جو مصر کے عامل ہیں بار ایک کپڑے پہنتے ہیں۔ اور انہوں نے دروازے پر دربان مقرر کر رکھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلم کو جو ایسے کاموں پر مقرر تھے، مصر بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ عیاض بن غنم کو جس حالت میں پاؤ اپنے ساتھ لے آؤ۔

حضرت محمد مسلمہ مصر گئے، دونوں شکایتیں صحیح تھیں، حضرت عیاض بن غنم کو ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عیاض بار ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے وہ کرتہ اتروا کر کھلی کا کرتہ پہنا دیا۔ اور بکریوں کا ایک گلہ منگو کر حکم دیا کہ لہجا کر جنگل میں چراؤ۔ حضرت عیاض کو انکار کا جو صلہ نہ تھا۔ مگر بار بار کہتے تھے کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا، تم کو انہیں عار کیوں ہے؟ تمہاں سے باپ کا نام غنم اسی لئے تو پڑا تھا کہ وہ بکریاں چراتا تھا۔

حضرت عیاض نے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔

حضرت سعد بن وقاص نے کوثر میں ایک محل بنوایا تھا اس میں ڈیوڑھی بھی قائم کی تھی۔ حضرت عمر نے حضرت محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ وہ کوثر جا کر ڈیوڑھی میں آگ لگا دیں۔ چنانچہ حضرت سعد کی آنکھوں کے سامنے ڈیوڑھی میں آگ لگا دی گئی اور وہ دم نہار سکے۔

جو شخص نہیں کا عامل مقرر کیا جاتا تھا۔ اس کی مال اور اسباب کی فہرست مرتب کر کے رکھی جاتی تھی۔ اور اس کی مالی حالت میں غیب سے مولیٰ اضانہ ہو جاتا تھا تو اس کو مواخذہ کیا جاتا تھا۔ ایک بار حضرت عمر کو عاملہ کی شکایت پر حصول

بھی کوئی خرابی محسوس نہیں کرتے۔ لیکن خدا اور آخرت کی بازیگری پر یقین رکھنے والے حکومت کے عہدہ و منصب سے دور رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حکومت اور اس کے عہدہ کی طلب کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے؟ اس سوال کا جواب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور طریقہ کار میں ملتا ہے۔ ذیل میں اس مجموعہ کی چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

عن ابی موسیٰ الاشعری قال دخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا ورجل من من بنی عمی فقالا لہ جئنا یارسول اللہ امرنا علی بعض ما وکلف اللہ فقال

الاخر مثل ذالک فقال انا واللہ ما لونی علی هذا العمل احداً سألنا وما باحد حرہ من علیہ (مشکوٰۃ)

(ترجمہ) حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے چچ کے خاندان کے دو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا نے آپ کو جن عہدوں یا مقامات کا دالی بنایا ہے ان میں سے کسی کی

امارت ہمیں عطا فرمائیے۔ دوسرے شخص نے بھی یہی درخواست کی۔ حضور نے فرمایا خدا کی قسم جو شخص عہدہ مانگتا ہے یا اس کا لالچ ظاہر کرتا ہے تم اسے ہرگز عہدہ نہیں دے سکتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ مگر حضور نے ان دونوں میں سے کسی کو حکومت کا کوئی عہدہ عطا نہیں فرمایا۔

اس حدیث شریفہ سے ایک بڑا نکتہ برآمد ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو حکومت کے لئے ذہنی مشیر کیسے کہہ سکتے ہیں جسے اس کی ذمہ داریوں کا احساس نہ ہو اور ایسا شخص حکومت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ

نہیں ہو سکتا۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہم نے وفات پانچ ماہ قبل امتیاز رکھتے تھے۔ ایک بار کسی جذبہ خیر کے ماتحت انھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ انکو کوئی عہدہ عطا کیا جائے۔ حضور نے انرا وہ شفقت و اعتبار اپنا دست مبارک ان کے کندھے پر مارا اور ارشاد فرمایا۔

یا ابا ذر انک ضعیف وانہما امانتی وانہما یومر القیامۃ خزی وندامۃ الا من اخذ ما جعلا وادی الذی علیہ فیہما۔ (مشکوٰۃ)

(ترجمہ) اے ابو ذر! تم ایک کمزور آدمی ہو اور یہ امارت میری ایک امانت ہے اور بیشک قیامت کے دن یہ رسوائی اور ندامت کا موجب ہوگی۔ سو اسے اس شخص کے جو اس کو اس کے حقوق کے ساتھ قبول کرے۔ اور اس سے متعلق اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوں انکو پورا کرے۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

یا ابا ذر انی اسراک ضعیفا وانی احب الیک ما احب لنفسی وما تاملون علی التمنین وما تولین صالح تیم ذلم

(ترجمہ) اے ابو ذر! میں تمہیں کمزور دیکھتا ہوں۔ اور میں تمہیں سے بھئی وہی بات پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ غیر دار و دار آدمیوں پر بھی امیر بناؤ۔ اور تیم کے مال کی ولایت قبول نہ کرنا۔

ایسا ہی واقعہ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہم کے وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

لا تسئل الاہ۔ اذ قد فانک ان اعطیتما عن مسئلۃ وحلت ایما وان اعطیتما عن غیرہ مسئلۃ اعنت غایبھا (ترجمہ) امارت نہ طلب کرو۔ کیونکہ اگر مانگتے ہو تو تمہیں ملے گی تو تم اس کی آرزوئوں کے حوالے کر دیتے جاؤ گے۔ اور اگر غیب مانگتے

شاہ ولی اللہ کی شہرہ آفاق کتاب

حجۃ اللہ البالغہ

سلیس اردو ترجمہ

از علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی، جسے نذر محمد راجح المطالع نے اپنی معروف خوش اسلوبی کے ساتھ مع تنبیہ چھاپا ہے۔ لکھائی چھپائی کا عمدہ سبب معیاری دو حصوں میں مکمل۔ مکمل جلد کی قیمت بیس روپے۔ اس سے قبل مکمل کی قیمت اٹھارہ روپے تھی۔ اسے منسوخ سمجھا جائے۔

منیجر مسکتیم تجلی دیوبند (ڈپٹی)

۱۱

پاؤں کے تو رخسہ کی جانب سے اس کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں تمہاری مدد کی جاتے گی۔

حضرت ابوالامام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

ما من رجل على امر عشيرة فصار فوق ذلك الا ان الله عز وجل مغلولاً يوم القيامة يده الى عنقه فكل يره او اذيقه اثمها او لها ملامة وادب مطوعاً نعاماً واخرها اخزي يوم القيامة (نكوة جلد ثالث)

(ترجمہ) جو شخص دس یا اس سے زیادہ آدمیوں کے معاملات کا ذمہ دار رہتا ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح آئے گا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے ہونگے پھر یا تو اس کی نیکی اسے آزادی دلائے گی یا اس کے گناہ اس کو ہلاک کریں گے۔ اس امارت کا آغاز ملامت، اسکا وسط مذمت اور اس کا آخر قیامت کے دن کی رسوائی ہے۔

حکومت و امارت ایک ناگزیر اجتماعی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کی قطعی ممانعت نہیں ہو سکتی۔ نہ وہ ہر حالت میں بری ہو سکتی ہے۔ البتہ اس کی ذمہ داریاں اہم ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کو کسی منصب حکومت کی ذمہ داری سپرد نہیں بنیرانی ان میں یقیناً اس کی اہلیت کی کمی رہی ہوگی۔ حضور نے جہاں حکومت و امارت کی ذمہ داریوں سے ڈرا ہے وہیں اس کی ذمہ داریوں کے پورا کرنے کا اجر و ثواب بھی بیان فرمایا ہے۔ اور یہ بات بھی ارشاد فرمادی ہے کہ جو لوگ ہانگہ کر حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالیں وہ آزار و آفت میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن جن پر بے طلب یہ ذمہ داری ڈال دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی امداد ہوتی ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و پدائیش کا اثر یہ تھا کہ صحابہ کرام حکومت کے عہدہ اور منصب کی طلب کی بجائے اس سے بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اگر انہیں کسی خدمت پر مامور کر دیا جاتا تھا تو وہ اسے اپنا حق نہیں بلکہ اسو ایک بڑی ذمہ داری سمجھ کر مجبوراً قبول کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت کے

متعلق اپنے اولین خطبے میں ارشاد فرمایا کہ حد انکم ایس نے اس منصب کی کبھی آرزو نہیں کی نہ رات میں اور نہ دن میں۔ نہ میں نے اس کے لئے کبھی وہابی نہ پشتیدہ اور نہ علانیہ۔ مجھ پر ایک بھاری ذمہ داری ڈالی گئی ہے جس کے اٹھانے کی تمہیں طاقت نہیں ہے۔ لیکن اب اس سے بچنے کا بھی کوئی راستہ نہیں میری دلی خواہش تھی کہ کاش میری جگہ اس بار کو کوئی ایسا شخص اٹھتا جو ہم میں سب سے زیادہ قوی ہوتا۔ میں جب تک اللہ کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو۔ اور جب میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔ (مسلمی ریاست حصار)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر مامور ہونے کے بعد جو خطبہ دیا اس میں ارشاد فرمایا:-

اولا رجائی ان اکون خبیو کما خبیتمو قوی لکم علیکم دان اشد کما اخطا لکم اما یتوب من و ہم امر کما ما اولیت ذلک منکم۔

(ترجمہ) اگر مجھ کو یہ امید نہ ہوتی کہ میں تم لوگوں کے لئے سب سے زیادہ کارآمد اور سب سے زیادہ قوی اور اہم امور کے لئے تم میں سب سے زیادہ قوی ہاں نہ ہوں تو میں اس منصب کو قبول نہ کرتا۔

میرا حضور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عمر کے یہ الفاظ آئے ہیں:-

لو علمت ان احد الاقربى یخطئ هذا لامر منى نکان ان الله من فیضوب یخطئ اعون علی (الفاروق حصہ ۴۵)

(ترجمہ) اگر میں جانتا کہ اس کام (خلافت) کے لئے کوئی شخص مجھ سے زیادہ قریب اور مہتمم ہے تو اس منصب کے قبول کر سکتی۔ نسبت میرے نزدیک یہ بات زیادہ آسان تھی کہ میری گردن ہار دیکھائے ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ارشاد فرمایا

والعیون علی نفسہ بالاسر بالمعروف والنہی عن المنکر و احضار النصح فی ضمہ او کالی اللہ من امرکم (ترجمہ) اور میرے نفس کی کوتاہیوں کے معاملہ میں میرا معروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ سے میرے اور میری ذمہ داریوں کے معاملہ میں حق کی ترویج ہی ادا کر کے میری مدد کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ تھے۔

بے طلبی سے

خلفائے راشدین کا نمونہ تھے جسند خلافت پر مکن ہونے کے بعد انھوں نے بھی اپنے پہلے خلیفے میں وہی بات ارشاد فرمائی جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے ارشاد فرمائی تھی۔ کہا۔

”لوگو! جو شخص خدا کی اطاعت کرے اس کی اطاعت فرض ہے۔ اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت فرض نہیں ہے۔ اور جو شخص خدا کی اطاعت کرے وہ موت تک تم بھی میری اطاعت کرو۔ اور جب میں خدا کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے۔“

اُسے فرمایا۔ میں تمہاری جماعت کا بہترین آدمی نہیں بلکہ معمولی آدمی ہوں۔ البتہ خدا نے مجھ کو تم سے زیادہ گراں بار کرنا ہے۔ (تاجین)

ان مقتصدین واکابر کے ارشادات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کی نظروں میں حکومت کی ذمہ داریوں کی کیا اہمیت تھی۔

اس کے دورِ خلافت و امارت کا ایک ایک عمل ان کے احساسِ ذمہ داری کا آئینہ دار تھا۔ یہاں تک کہ اس دور کی ان کی پوری سیرتِ احسانِ ذمہ داری کے زیر عنوان لکھ دی جا سکتی ہے۔

یہاں پر بعض واقعات مثال کے طور پر تحریر کئے جاتے ہیں۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بزد آیا۔ اور اس نے یہ شعر پڑھے۔

يا عمر الخبير خبير الجنة لى عمرا لطف بزوجك لطف
 اكس بيتا في ذمته سب ما سيري شينو كودراكي ان كوكبري پنا
 اقوسر رب الله ما كففتك خدائي تم تجو يا ضرور كرا چوگا۔
 حضرت عمر نے فرمایا۔ اگر میں تمہارا اہلخانہ مانوں گی تو کیا ہوگا؟
 بدو نے جواب دیا۔

تكون عن حالي لتسئلته قيامك روز میری نسبت تجھ کو ان کا
 والواقف المسؤل ببهتہ اور تو ہنگامہ گارہ جساتے گا۔
 اطارا في نايقرا ما جتسا چوروف كطرف تا ہنگامہ جت كرون
 حضرت عمر نے سنا اس قدر دہشتہ کہ داڑھی تر ہو گئی۔ پھر غلام سے کہا کہ میرا یہ گرتا اس کو دیو۔ اس وقت اس کے سوا اور کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے۔ (الفاروق حصہ دوم)

حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں ایک بار عرب میں قحط پڑا۔ اس زمانے میں آپ کی حالت یہ تھی کہ گھر میں کھانا کھانا بھی ترک کر دیا تھا۔ باہر بھوکوں کو کھانا کھلانے کے لئے جو کچھ بکواتے وہی کھانا عام لوگوں کے ساتھ خود بھی کھا لیتے۔

قحط کی شدت جب بہت بڑھ چکی تھی ایک مرتبہ حضرت عمر کے سامنے بھی میں چور کی ہوتی زندگی لانی گئی۔ انھوں نے ایک بھوکے بچہ کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا۔ بچہ قحطی کے اندر سے بھی گے ذبے ایک ایک کونے سے تلاش کر رہا تھا۔

حضرت عمر نے اس کا یہ حال دیکھ کر فرمایا۔ شاید تمہیں بھی بہت درد ہے کھانے کو نہیں ملا ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں دے امیر المؤمنین! اتنی مدت سے اس نے کچھ مدت معین کر دیتا تو نہ بھی کھانا نہ کوئی اور روغن اور نہ کسی کھانے والے ہی کو دیکھا۔ حضرت عمر نے جب یہ سنا تو اس قدر متاثر ہوئے کہ قسم کھائی کہ جب تک قحط دور نہ ہو گا نہ گوشت کھاؤں گا اور نہ بھی۔ اور اس عہد پر اس وقت تک قائم ہے جب تک قحط دور نہ ہو گیا۔

نویسینے اس قحط کا اثر ہاں۔ اس دوران میں آپ کے معمول یہ تھا کہ لوگوں کو خشکی سناڑے چاکر گھر میں داخل ہوتے اور آخر شب تک گریہ و زاری میں مشغول رہتے اور دعا کرنے کے لئے اللہ! اس اُمت کی تباہی میرے ہاتھوں نہ ہو۔ لیکن جب یہ عاقبوں نہ ہوئی اور آسمان سے پانی کی ایک بوند بھی نہ پٹی تو اپنے حمال کو لگا کہ ایک معین دن میں لوگوں کو سنے کر کھلاؤ اور انٹر تھالے سے دعا کرو کہ اس قحط کو دور فرمائے، خود بھی لوگوں کو لیس کر نکلے سر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک تھی۔ نماز کی جگہ پہنچ کر سب سے خوب رو رو کر دعائیں کہیں۔ حضرت عمر خود اس قدر دہشتہ کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی۔ حضرت عباس بن عبد المطلب پہلو میں کھڑے تھے۔ حضرت عمر نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور سراسر آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ لے اللہ! ہم تیرے رسول کے چچا کو تیرے حضور سفارش ہی بنا رہے ہیں۔ حضرت عباس نے بھی خوب رو رو کر دعا کی۔ یہاں تک کہ اللہ نے دعا قبول فرمائی۔ (الفاروق حصہ دوم)

جو جو وہ زمانہ میں بھی لوگوں میں قحط پڑھتے ہیں۔ سیلاب آتے ہیں۔ دوسرے ارضی و سماوی عوارض میں عوام مبتلا ہوتے ہیں لیکن

ایسے حوادث سے عوام کے ساتھ خواص اور جمہوری اور اشتراکی حکومتوں کے مقتدرین و اکابر اور سربراہ کار کتنا اثر قبول کرتے ہیں۔ اور ان کے کھانے پہننے اور عیش و تنعم میں کتنا تغیر ہوتا ہے؟ کیا وہ نیلے کسی ملک کے خودی حکمرانوں اور سربراہ کاروں میں حضرت عمرؓ کی مثال کی ادنیٰ اسی جھلک بھی دکھی جا سکتی ہے؟ حضرت عمرؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی اور آپ دنیا سے جب تشریف لے گئے تو مجھ سے راضی تھے۔ میں نے ابو بکرؓ کی صحبت اٹھائی اور وہ بھی مجھ سے مطمئن گئے۔ مجھے کئی بات کی بھی پریشانی نہیں ہے۔ پس مجھے اگر کوئی پریشانی ہے تو اس بات کی ذمہ داریوں کی پریشانی ہے۔ (اسلامی ریاست حصہ ۱)

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ ایک بڑے ہی خدا ترین اور زاہد و متقی صحابی تھے۔ ان کے گھر میں کئی کئی دن آگ نہ جلتی تھی۔ لوگ سمجھتے کہ آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں۔ مگر ان پر اس کا کچھ اثر نہ ہوتا۔ ایک بار کئی آدمی مل کر ان کے پاس آئے اور کہا آپ پر اپنی جان کا بھی حق ہے۔ اور آپ کے قرابت داروں اور اہل و عیال کا بھی۔ آپ کو ان کی بھی فکر رکھنی چاہئے۔ آپ نے سب کچھ سننے کے بعد جواب دیا کہ میں کسی کی خاطر اپنی منہل کھول نہیں کر سکتا۔ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ غریب اور محتاج لوگ دولت مندوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

انھیں حضرت سعید بن عامر کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو جنت کی حکومت پر مامور کرنے کے لئے بلا یا تو آپ نے بڑی کوشش کی کہ ان کو اس ذمہ داری سے معاف رکھا جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ان کی کوئی معذرت قبول نہیں کی۔ فرمایا۔ خدا کی قسم ایسے نہیں ہو سکتا کہ تم لوگوں نے مجھے تو خلافت کی شدید ذمہ داریوں میں مبتلا کر دیا۔ لیکن خود حکومت و امارت کی ذمہ داریوں سے محفوظ رہنا چاہتے ہو۔ تم نے میرے سر پر جو بار ڈالا ہے اس کے ساتھ ساتھ میں بھی میرے ساتھ شریک ہونا پڑے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے بھی شہزادے تھے۔ اور منصب خلافت پر مامور ہونے سے پہلے شاہزادوں ہی کی اسی زندگی گزارتے تھے۔ لیکن جب سے ان پر خلافت کی ذمہ داریوں کا بار چڑھا رکھا سو کھا

کھانا کھانے لگے اور کھانے کے کپڑے پہننے لگے وہ بھی اتنے ناکافی نہ رہے۔ اور اکثر ناکافی کپڑے ہوتے تھے۔ انھوں نے ہر طرح کا عیش و آرام ترک کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ جو بی شہرہ کے تعلقات بھی قائم نہ رہ گئے تھے۔ ان کی بیوی بھی شہزادی یعنی خلیفہ عبد الملک کی بیٹی تھیں۔ وہ بھی انھیں کے ذمہ داریوں میں رہتی تھی۔ فخر انھیں خداوندی کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا پورا وقت رہا یا کی خدمت اور فخر گری میں گذرتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود احساس ذمہ داری کی کیفیت یہ تھی کہ آپ معمولاً عشاء کے بعد تنہائی میں مسجد میں بیٹھ کر روتے اور خدا سے دعا میں کرتے۔ اسی حالت میں آنکھ لگ جاتی۔ آنکھ کھلتی تو پھر گرہ و ذاری اور دعا کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔ اسی طرح پوری رات گزرجاتی۔

جس روز مسجد میں جانے کا اتفاق نہ ہوتا پھر کی تنہائی میں اسی طرح روتے اور دعا میں مانگتے۔ ایک بار جو بی نے آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو اس کی وجہ پوچھی، آپ نے اس نے کی کوشش کی۔ جو بی نے اصرار کیا۔ کہا میں اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہتی ہوں اس پر آپ نے تمہارا کہ میں نے سب سے متعلق غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں اس قوم کے تمام چھوٹے بڑے معاملات اور سیاہ سفید کا ذمہ دار بنایا گیا ہوں۔ اس لئے ملک بھر میں جتنے غریب اور محتاج مساکین اور عظام قیسی اور اسی طرح۔ کے دوسرے لوگ پھیلے ہوئے ہیں ان سب کی ذمہ داری میری ذات پر ہے۔ قیامت کے دن خدا ان سب کے بارے میں مجھ سے پریش کرے گا۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے معاملات ان کی دکھانت کریں گے۔ اس لئے اگر میں خدا کے حضور کوئی عذر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی صفائی پیش نہ کر سکا تو کیا ہو گا؟ یہ سوچ کر میرا دل انعام کے خوف سے لرز اٹھا ہے اور آنکھیں آنکھیاں ہو جاتی ہیں۔ میں ان چیزوں پر فتنہ غور کرتا ہوں میرا خوف ترقی ہی کرتا چلا جاتا ہے۔

لوگ آپ کی اس گرہ و ذاری پر آپ کو سمجھاتے۔ اور ملامت کرتے تو آپ جواب دیتے کہ تم لوگ مجھے ملامت کرتے ہو۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک ٹکٹ بھی ہلاک ہو گیا تو قیامت کے دن اس کے جسے میں عمر کھانا چاہتا تھا

ایک بار آپ نے اپنے فوجی افسر سلیمان بن ابی کریر کو لکھا کہ خدا کی عظمت اور خشیت سب سے زیادہ اس بندے کے دل میں ہوتی چاہئے جس کو اس نے آزمائش میں ڈال رکھا ہو۔ جیسی میری حالت ہے۔ خدا کے حضور مجھ سے زیادہ سخت حساب بخو دالا اور اگر اس کی تائید مانی ہوتی تو مجھ سے زیادہ زلیں کوئی نہ ہوگا۔ میں اپنی حالت سے نہایت مضطرب ہوں اور مجھے خوف ہے کہ میرے حالات مجھے ہلاک نہ کر دیں۔ تم جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جانے والے ہو تو میرے بھائی تم مسلمان بہادری سے پہنچاؤ عا کرنا کہ خدا مجھے شہادت عطا فرمائے۔ اس لئے کہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطر بہت شدید ہے۔ (تابعین)

اسلامی حکومت کے سربراہ کاروں میں ذمہ داری کا یہ احساس عام ہوتا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کو اس کی یاد دہانی بھی کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ میں وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت کی منصب پر فترت کے لئے شام کے تمام لوگوں اور درمیوں میں جنگ ہورہی تھی اور امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما جیسے ممتاز صحابہ سبیلہ درمی کے فرانس انجام دے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے خاصہ کجاہ ان لوگوں کے پاس خط بھیجا جس میں آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات اور اپنی خلافت کی اطلاع دی تھی۔ حضرت ابو عبیدہ اور حضرت مسدود بن زبیر نے حضرت عمرؓ کے خط کے جواب میں لکھا۔

”میں عمر اہم نے تمہیں اس صاف میں رکھنا تھا کہ یہ تمہارا سامنے صرف اپنی ذات کا معاملہ تھا اور اب تم امت محمدیہ کے پروردگار کے ذات اور ہمارے لئے ہو سہ اور قیامت میں ہمارے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ اب دشمن اور دوست، عزیز و دشمن، کمزور اور قوی سب تمہارے سامنے ہیں۔ تمہارا اللہ ان میں ہر شخص کا حق اور نصف ہوگا اس لئے عمر لکھنا چاہی کہ اب تمہیں کیا ہوتے ہو اور کیا کہنے ہو؟

لئے عمر تمام صحابہ وہ دن یاد لاتے ہیں جب دلو کی مہاجرت کی جانتے گی۔ یہ شدید حادثہ عریاں ہو جائیں گے۔ اور چھٹی ہوتی ہر ایمان تھا ہر جو بائیں کی سب ملک القہار کے سامنے سرنگوں

ہو جائیں گے۔ اور بادشاہ قہر جس کی سطوت کے سامنے سب عاجز و مغلوب ہیں اس کے حضور سجدے میں پڑے ہوتے اس کے فیصلے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اور اس کے عذاب کے خوف سے لرزاں اور اس کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔

میں عمر اہم نے لکھا ہے کہ اس امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ظاہر کو پسند کریں گے۔ باطن کے دشمن ہوں گے۔ ہم اس حالت سے بچنا نہ سکتے ہیں۔ اس لئے اس خط کو اسی نگاہ سے دیکھنا جس نگاہ سے ہم دیکھتے ہیں۔ (اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ) خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو اپنا جانشین نامزد کرنے کے بعد جو وصیت فرمائی تھی وہ حضرت ابو بکر کی بیوی حضرت اسماء بنت عیس کے بیان کے مطابق یہ ہے۔

”میں اپنے پیچھے جو عظیم الشان ذمہ داری چھوڑ کر جا رہا ہوں اسے سنبھالنے رکھ کر میں نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اٹھائی ہے۔ اور دیکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پر ہم کو اور اپنے بیوی بچوں کو ترجیح دے کر یہاں تک کہ حضور کے تختے ہونے غلطیوں کے حصہ میں سے ہم حضور ہی کے بیوی بچوں کو ہٹتے تھے۔ اور تم نے میری وصیت بھی اٹھائی ہے۔ اور یہ دیکھا ہے کہ میں نے اپنے پیروں کی کس طرح پیروی کی ہے۔ خدا کی قسم اس میں بھی غافل ہو کر نہیں سوا کہ مجھے خواب نظر آئے اور زمین سے ہوا میں شیعہ مانتے کہ میں ہلکتا ہوں۔ یہ سب ہر راستے پر قائم رہا اس سے کچھ نہیں ہوا اور سب سے پہلی چیز نے عمر! جس سے میں تم کو ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ تمہیں کی ایک خاص طرح کی خواہش ہوتی ہے۔ اگر اس کی وہ خواہش پوری کر دی جاتی ہے تو پھر وہ دوسری کے لئے پاؤں پھیلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ان لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے پیروں کی کس طرح کے ارمانوں سے چھو۔ نہ ہوتے ہیں۔ اور جن کو تبلیغ اور نئی نئی نصیحتوں پر دائر کر رہے ہیں۔ اور جن میں سے ہر شخص اپنی ذات کی بلند سی کا خواہاں ہے۔ (اسلامی ریاست خلافت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ شاہد ہے کہ انہوں نے خلافت کی ذمہ داریوں کا حق کس طرح ادا کیا۔ اور یہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنے ماتحت والیان و امرائے متعلق

بھی ہمیشہ لحاظ رکھا کہ وہ بھی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ادا کریں
اس کے باوجود آپ کی حالت یہ تھی کہ ایک باہر ج سے داخل رہے
تھے۔ راہ میں ایک مقام پر ٹھہر گئے۔ اور بہت سی کھنکریاں جمع کئے
چادر بچھائی اور اس پر چیت لیٹ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر
یہ دعا کی:-

اللھم کبرت سنی و حفتا قوی و انتشرت رعیتی
فاجتبتنی الیک غیره مضیع ولا مفرط۔

(ترجمہ) خداوند! اب میرا سن زیادہ ہوا میرے قوی ضعیف ہو گئے
میری رعایا ہر جا پھیل گئی ہیں مجھ کو اس حال میں اٹھانے کی سب سے
اعمال برباد نہ ہوں اور میں حد اعتدال سے آگے نہ بڑھوں۔

ان کے عرض الموت میں جب لوگوں نے دریافت کیا کہ اپنا
جانشین مقرر کرتے چلتے۔ تو بولے۔ کیا میں بڑا بڑا موت و زندگی
دونوں حالتوں میں اٹھاؤں؟ میری صورت یہ آرزو ہے کہ میں اس کو
اس طرح الگ ہو جاؤں کہ عذاب و ثواب دونوں برابر سرا ہو جائیں
اسلامی حکومت کے فوض و برکات نہایت وسیع اور مؤثر
قوی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کے بعد بھی۔ توں اس کے تقوش
باقی رہتے ہیں۔ چنانچہ خلافت ہی امیر کی حیثیت صحیح اسلامی حکومت
کی نہ تھی۔ اور یہی حال خلافت عباسیہ کا تھا۔ لیکن ان کے دور میں
بھی ایسے علمائے حق ہوتے تھے جو انتہائی جرات و ہمت والی کیساتھ
خلف کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلا سکتے تھے۔ خلفاء عباسیہ میں
بارون رشید بڑے رعب جلال کا خلیفہ گذرنا ہے۔ حضرت امام ابو
یوسف رحمۃ اللہ علیہ اس کی حکومت کے سب سے بڑے رجحان تھے اور
ایک بار بارون رشید کو مخاطب کیے فرمایا:-

”لے امیر المؤمنین!۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک بہت

بڑی ذمہ داری ڈالی ہے جس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے آپ کے سپرد اس اہمیت کی خلافت کی ہے۔ اس وجہ سے آپ کو
صحیح و شام ان بہت سے لوگوں کی خدمت میں۔ سوا کچھ نہ چاہئے
جو آپ کی امانت میں سے لے گئے ہوں جن کے ذریعہ سے آپ کو آزایا
گینے۔ اور جن کے معاملات کا انتظام آپ کو سپرد کیا گیا ہے۔
اس کو خوب یاد رکھیں کہ جس قدر اہمیت کی نینا دقتہ علیہ پر نہ ہوئی اللہ
تعالیٰ اس کو اسکی نیاد سے لائے گا اور اس کے لئے نہ دے گا۔

اس کو گوارا دے گا۔ اللہ تعالیٰ سے خود ذمہ داری آپ پر ڈالی ہے
اس کو خدا کے علم کی خلاف ورزی کیے کے ضائع نہ کیجئے۔ قوت
کے علم کے مطابق عمل کرنے سے ہے۔ (اسلامی ریاست محمد)

عہد حاضرہ میں ایسے حق گو علماء کا کتنا قحط ہے۔ اب تو علم
بردار ابن اسلام کا کام بڑھ گیا ہے کہ وہ حکومت و اقتدار کا رخ
دیکھتے رہیں اور اس کے ہر اشارے کی تائید و حمایت کرتے رہیں۔
جو علماء اپنی حق گوئی اور حق پرستی کے لئے ایک امتیازی حیثیت
رکھتے تھے وہ بھی اپنا شرف و امتیاز اسی میں محسوس کرتے ہیں کہ
وہ ارباب اقتدار کے حامیان و مویدین کی صف میں شامل ہوں
مذاہب کو صوبہ سے زیادہ نقصان اقتدار پرست علماء
سے پہنچتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مذہب کو فوض پرست
اور حکومت نواز مسلمانوں پروردی نے تباہ کیا۔ انتہا تک کہ وجود
ہو آنے کی سب سے بڑی ذمہ داری علمائے تقویٰ پر عائد ہوتی
ہے۔ اسلام کو بھی اقتدار پرست علماء سے ہرزور میں نقصان پہنچتا
رہا۔ اور موجودہ دور میں بھی نقصان پہنچ رہا ہے۔

فی الحقیقت ایسے علماء کا ہر صوبہ مذہب ہی کو نقصان
نہیں پہنچاتا۔ بلکہ حکومت و اقتدار کی ہر جا وے جا حمایت کر کے
اس کو اور عوام کو بھی مشد بہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ حکومت اور عوام
کے سچے ہی خواہ اور خیر اندیش وہ لوگ نہیں ہوتے جو حکومت اور
ارباب حکومت کی تائید و حمایت کو پر مورت اپنا فرض قرار
دے لیتے ہیں۔ بلکہ حکومت اور عوام کے سچے خیر طلب اور خیر خواہ
وہ لوگ ہوتے ہیں جو حکومت کی عملیوں پر اسے مستعد اور خیر دار
کہتے رہتے ہیں۔ اور ارباب اقتدار و اختیار کی صحیح رہنمائی کرتے
اور اسے صحیح شکل سے لیتے رہتے ہیں۔

انوار النیوب

ضمیمہ انقلاب

از حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ - ذکر شغل اور دیگر
روز طریقہ ہے ایک شہور کہ آپ تازہ ایشیا - قیمت ۴۴
مکتبہ محمدیہ یونیورسٹی (پٹی)

آئین ان مزار حق کوئی بیباکی

مرزا احمد علی چغتائی، مؤلف تاریخ ناندیٹر (دکن)

مہرت اور جیو ڈیو چیلے گئے، برعکس اس کے بعد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرواں نے مظلوم پیغمبر کے گرد رہے اور آپ کے پکانے کے لئے اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔

حیات طیبہ میں پیش آئے ہوئے ان واقعات کے علاوہ بھی ہر زمانہ میں اعلیٰ کلمتہ الحق کے لئے بڑگان دین نے جس حیرت و استقلال کا ثبوت دیا ہے وہ "زمانہ ہاتھ نہ سازد تو ہا نہ زمانہ بر سازد" پر عمل پیرا ہونے ہی میں صلاح و ہر وہ دیکھنے والے اصحاب کے لئے ایک تازہ یاد عبرت ہے۔ ان ہزاروں واقعات کے بخوبی مشتمل نمونہ از قراءت کے مصداق درج ذیل کے چار سہ ہیں۔

۱۔ زمانہ ہاتھ نہ سازد تو ہا نہ زمانہ سستیز کار میں بھی ہلکے ہوش نظر رہے۔

ساتھ کر ملاسکے بعد جب مظلومان کو ملا کا کاہناں بر باد و قاتلہ بزدلوں کی حراست میں کوٹہ پہنچا تو ان زیادے دربار کو آناستہ کرنے کا حکم دیا اور خود تخت پر جلوہ گر ہوا۔ خدام دست بستہ اور دوست و انیس یا انیس کھینکے اور بیٹھے تھے، اس حالت میں سید الشہداء کا سر مہر آگ ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا اس شقی القلب نے ایک چھڑی سے اس سر مہر آگ کو پھینکا اور پھر زید بن ارقم صحابی رسول اللہ سے خطاب ہو سکا اور انھوں نے فرمایا کیا کو تاسے چھڑی ہٹائے اور ادب سے کام لے، میں نے ان دشمنوں پر رسول اللہ کو بوسہ دیتے دیکھا ہے، ابن زیاد یہ سکر آپ سے باہر ہو گیا۔ اور کہا تمہاری اس گستاخی کی سزا قتل ہے، زید کھڑے ہوئے اور کہا "تو جو کچھ کہتا ہوں اس کی

ابتدائی دور نبوت میں اعلیٰ کلمتہ الحق کی بارائش میں رسول مقبول کو جو روح فرسہ سائلکلیفین پہنچانی گئیں ان کے قطع نظر حضرت عثمان غنی کے چچا حکم بن عاص کے ہاتھوں کا باندھے جانا، حضرت خبابؓ کا (جو ایم کے قبیلے سے تھے جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کر دیئے گئے تھے) جلتے ہوئے کو ٹلوں تپایا جانا، حضرت بلالؓ کی پوتی یا پورٹ یا جانا، حضرت عمارؓ کا مار کھانے کھاتے بیہوش ہو جانا، حضرت ابولکینہؓ کو چھاتی پر پتھر پھینکا جانا، حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر وحواں دینا، حضرت ابو ذرؓ کی قمریش کے ہاتھوں سے پٹنا، رئیس ملاف حضرت عمرو بن مسعودؓ کا تیروں کی بارش سے شہید ہونا، حضرت سمیہؓ والدہ حضرت عثمانؓ کا ابو جہل کے ہاتھوں پر چھ سے مارا جانا، حضرت نہدیہ اور ام مہیس کا اسلام لانے کے عہد میں سخت سے سخت عیسیتیں جھیلنا، اسی طرح دیگر فدایان اسلام کا طرح طرح کی مشکلات کا مقابلہ کرنا، صبر و استقامت کی وہ نادر مثالیں ہیں کہ تاریخ عالم اس کا کوئی جواب پیش نہیں کر سکتی، اور جس کے اعتراف پر یہ حقیقت پند شخص اپنے آپ کو مجبور پانت ہے چنانچہ ایک مشہور نصرانی مؤرخ نے عیسائیوں کو عبرت دلاستے ہوئے لکھا ہے کہ "عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس درجہ نشہ ذہن اپنے پیروں میں پیدا کیا ہے عیسائی علیہ السلام کے ابتدائی پیروں میں ناس کرتا رہتا ہے، جب عیسائی علیہ السلام سوئی پر لٹکے تو ان کے پیروں ہلک گئے ان کا نشہ ذہنی جاتا رہا اور اپنے عقیدہ کو موت کے غم میں

بربادی کو ذی کافی ہے اور کچھ ہے تو وہ بھی کر لے، جو آنکھیں حسین کے سر سے خاکس ہو سکتی ہیں وہ اور جو کچھ دیکھیں تو بولیں یہ تماشا بھی دیکھ لے؟ ابن زیاد اٹھتا تھا موش ہو گیا اور کہا "صاحب رسول نہ ہوتے تو یقیناً قتل کر دیتا" زید نے جواب دیا "وہ جس کے معافی ہوتے کا یہ اعزاز اسی کے جگر گوشہ کی یہ تذلیل ہے" زید کے یہ الفاظ یاد رکھو، میدان حشر میں تیری ماں بہنوں پر بیٹیوں کی اس سے زیادہ تذلیل و تعویک تیری آنکھوں کو دیکھنی ہے تیری بہن فاطمہ بن زیاد اس وقت برقعہ میں ہے مگر اب اس ساعت کا انتظار کر حیب اس خاتون پر ماہِ قافلہ کے جو جنت کا مالک ہے قدموں پر فرشتے آنکھیں ملیں گے، عروذ کا دامن ان کا حجاب ہوگا اور تیرے ناموس کی بربادی شروع ہوگی حوادث کر بلا تم ہوئے، شہیدوں کے مصائب ختم ہو رہے ہیں مگر تیری تہا ہی کا آقا ذاب ہونے والا ہے۔ حسین کی شہادت دیکھ چکا، نہادی بہا رہی، امت کا تماشا اور فضیلتی کا کوشہ دیکھو۔ ابن زیاد نے پھر ذی القادحہ رائے۔ "صوابیت کا احترام ہے"

مظلومان کر غنا کا قاتل حیب دربار زید میں پہنچا تو دربار سا ہوا تھا، لوگ جوق در جوق جمع ہو رہے تھے، مرقع تخت کچھ باہر نظر ابرائی قاتلین دیکھے ہوئے تھے، چہرہ چہرے پر مبلغ سپاہی کھڑے تھے فتح کی خوشیاں منانی جا رہی تھیں، تخت سلطنت پر زید تڑک و ہتھام کے ساتھ متفکر بیٹھا تھا، جانتا تھا کہ اس مجمع میں تمنا میں جانوں کے خوف سے اظہا و مسرت کر رہی ہیں، مگر دل حسین کے قتل اور مجھے ظلم پر رو رہے ہیں، حکم دیا کہ حسین کے سر کو سونہرے طشت میں رکھ کر میرے سامنے لاؤ، وہ ساعت قیامت سے کم دتی کہ سید الشہداء کا سر زید کے سامنے پیش ہوا زید نے امام مظلوم کے ہونٹوں پر اہستہ اہستہ چھری مار کر کہا "یہ ہے وہ منہ جس کو میری بیعت سے انکار تھا" ابو ذر میرہ اعلیٰ سے شہادت نہ ہو سکا، آپ لاکا ہے" اسے ظالم کیا کہنا ہے جہاں پر تیرہی چھری ہے اس پر رسول اللہ نے ہوسے دیکھے ہیں، زید کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اسنی معافی رسول اللہ ہیں، خاکس ہو گیا!

کو فر کے گورنریزید بن عمر سے (ذی قادحہ حکومت مروان) امام اعظم (امام ابو حنیفہ) کو میری اور افسر خزانہ مقصد کرنا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا جس پر زید کو طیش آ گیا اور اس نے کہا "جبراً منظور کرنا ہو گا" امام اعظم نے جواب دیا کہ "گورنریزید ہے کہ جامع مسجد کے دروازے میں دو گواہوں کے کہنے سے مجھے یہ بھی گوارا نہیں ہے، وجہ جاننا کہ وہ کسی مسلمان کے قتل نادر کا مسلمان لکھے اور مجھ سے کہے کہ میں اس پر مہمہ کر دوں یہ میں کبھی نہیں کر دوں گا زید نے فہم میں اگر حکم دیا کہ ہر روز آپ کو اس دروازے لگانے جائیں اس کا لانا حکم کی تعمیل تو ہوئی لیکن امام اعظم نے ظلم کے آگے سر نہیں جھکا یا۔

خلفائے آل عباس کے خلاف حضرت ابراہیم رومی کی جنگ ناکامی پر تم ہونیکے بعد خلیفہ منصور نے حضرت امام اعظم پر حضرت ابراہیم رومی کی رفاقت کا الزام لگا کر دربار میں طلب فرمایا، مگر آپ کے علم فضل اور اثر و رسوخ سے تشریح کر کے آپ کو فاضل القضاہ کا عہدہ پیش کیا، مگر آپ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا "میں اس عہدہ کی قابلیت نہیں رکھتا" منصور نے پیش میں آ کر کہا "تم جھوٹ بولتے ہو" امام اعظم نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "مگر میں جھوٹا ہوں تو میرا یہ وطن ہے ضرور سچا ہے کہ میں اس عہدہ کے قابل نہیں ہوں، جھوٹا شخص کبھی قاضی نہیں ہو سکتا، منصور اس جواب سے برہم ہو گیا اور آپ کو قید کر دیا، بعد ازاں اس میں آپ کو زہر دلوادیا جس سے آپ نے وجہ سزا میں وفات پائی خلافت عباسیہ میں قرآن عظیم کو عقیدے کے طور پر فسوق تسلیم کرنے کا شاہی حکم تھا، حضرت امام احمد بن حنبلہ پر بھی جبر کیا گیا کہ آپ قرآن کو فسوق ماننے لگے اور انکار کر دیا جس کے سبب آپ کو گرفتار کر کے طرح طرح سے دہاؤ ڈال کر مجبور کیا گیا کہ آپ قرآن پاک کا حادثہ و منسوق ہونا تسلیم کریں، مگر امام زہری حقی و صداقت کا اظہار فرماتے رہے، نتیجتاً ایک ہزار تانہائی سزا آپ کو دی گئی۔

خلق قرآن کے اس تفسیر میں امام مالک کو بھی طلیف نے طلب فرمایا اور آپ سے بھی خلق قرآن کے بارے میں استفادہ کیا، آپ نے جواب دیا "قرآن مجید کلام الہی ہے، غیر مخلوق ہے"

اس صحابہ پر خلیفہ نے غضب میں: "اگر آپ کی مشکیں کسو ادیں، جسکے سبب آپ کے دونوں ہاتھ موندھوں۔" سے اٹھ گئے اور زندگی بھر کے لیے بیکار ہو گئے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر حضرت امام مالک کو کلہ جاتی سے کوئی طاقت باز درکھ سکی۔

ایک دفعہ ایک شاعر نے مامون رشید کے دربار میں یہ قصیدہ پڑھا: "امیر المؤمنین اگر تو آنحضرت کے آیتہ قائل کے وقت موجود ہوتا تو خلافت کا جھگڑا سرے سے ہی پیدا ہوتا۔ دونوں فریق تیرے ہاتھ پر بیعت کر لیتے،" اس دربار ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ اسے شاعر تو جوٹ کہتا ہے، امیر المؤمنین کے باپ حضرت عباسؓ میں جو فتاحیوں کے مورث، اعلیٰ تھے، وہاں موجود تھا ان کو کس سے رو چھو؟

مامون رشید کو بھی اس گستاخانہ لیکن سچے جواب کی داد دینی پڑی۔

ایک مرتبہ قاضی بصرہ حضرت سواد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ملے کہ خلیفہ کو پھینکائی

قاضی صاحب نے شعرا اسلامی کے مطابق خلیفہ کو اس پھینک کا جواب یہ حکم اللہ نہیں دیا۔

خلیفہ نے اس کو سویرا دینی جان کر ان سے باز پرس کی کہ تم نے یہ حکم اللہ کیوں نہیں کہا؟

قاضی صاحب نے جواب دیا کہ اس سے نہیں کہا کہ اپنے پھینک آنے پر الحمد للہ نہیں کہا۔

یہ سن کر خلیفہ نے کہا میں نے دل میں کہا یہ تھا۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ پھر میرے متعلق بھی آپ نے یہ کیوں نہیں سمجھا کہ میں نے بھی دل میں یہ حکم اللہ کہا لیا تھا۔

خلیفہ نے اس سبب باکانہ جواب سے متاثر ہو کر

کہا: "اقتی جب آپ میری بھی دعوت نہیں کرتے تو کسی کا کیا لحاظ کرتے ہوں گے، عزیمت دینی گونی کے یہ چنداں الیٰ انہوں نے ہر مسلمان کیسے دس عبرت ہیں بشرطیکہ وہ آخرت اور حیات بعد الحیات پر سو رہے، نہیں جھٹکی اور قبول ایمان رکھتا ہو۔"

خلیفہ رشاد

توقیری اور تعمیری آپ کا پیمانہ

دینی و ملی

دعوتی میں خاص نہیں شائع ہو رہا ہے
 نبیوت کے آپ کا خطاب اور آپ کی دعوت کے لیے
 اسے پڑھئے
 آپ نے کیا ہے اس کے
 ایک شمارہ آنے ● ایک سال روپیے

مسیحی سائنس کا ایک نیا دور

ازمکا ابن العرب سنی

"لا ریب فیہ" میں نے اعتراف کیا۔ "ضیاء الدین کا تو بھی غراب ہے۔ بے وقوف یہ نہیں سمجھتا کہ والی عزتِ بظہر میں کا اپنا عمل مقدس ہی کسی بات کے عین شرعی ہونے کا فیصلہ کن فتوے ہے۔ اب ذرا ایک بات کا جواب آپ مجھے اور بتادیں تاکہ اس بے وقوف کا منہ بند کر سکوں۔"

"ہاں ہاں پوچھو۔۔۔ یہ نصیحت مودودی نے اولیاء اللہ! سوفیہ اور شاہانِ اسلام کے تو خاص طور پر دشمن ہیں۔"

عرض کیا۔ "ضیاء الدین مودودی تو نہیں۔ کیونکہ کل ہی وہ میاں مودودی کے ایک فقہی اجتہاد پر گماگرم تنقید کر رہا تھا۔" فرمایا۔ "تم نہیں سمجھتے۔ یہ مودودی ہی کا مزاج ہے کہ ہر چیز پر تنقید کر دے یہ گھبرایا۔ گویا بزرگوں نے جانچ کر کھل کر جو مسائل صحیح اختیار کئے ہیں وہ اب یہ کچھ لگتے جا چکے ہیں اور یہ لکھیں گے۔" مسخرے کہیں گے۔ "تیسرے ضیاء الدین کی بات بتاؤ۔"

"وہ کہہ رہا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اپنے دور میں تمام عرب اور بہت کچھ یمن عرب کے بھی والی و حاکم تھے۔ روم و شام ان کے زیرِ نگیں تھے اور مشرق میں دُور دُور ان کے پرچم لہا رہے تھے۔ لیکن نہ انھیں جلالۃ الملک بنا نصیب ہوا نہ پناہ الملکت نہ اعلیٰ حضرت۔ بس "امیر المؤمنین" بن کے رہ گئے۔ جناب شاہ سعود صاحب اگر نسبتاً محدودہ علاقہ کے حکمران ہوتے ہوتے بھی مسلمانوں کی زبان سے جلالۃ الملکت اور پناہ الملکت وغیرہ کہلاتے جاسنے کے مستحق ہیں تو ماننا پڑیگا کہ دُورِ خلافت راشدہ کے مسلمان عوام بڑے ہی ناقدر شناس اور بے شعور اور گستاخ تھے جو خلفائے راشدین کو صحیح القاب

تاریخ نوشتہ ۵ دسمبر ۱۹۵۵ء۔

آج مولوی فتانی اللہ بہت خوش ہیں۔ داڑھی کا ایک ایک بال پھر کر رہا ہے۔

میں نے پوچھا۔ حضرت! کیا ماجرا ہے؟
فرمایا۔ ہر ضرور دیکھتے نہیں جلالۃ الملکت الملکت اعلیٰ حضرت شاہ سعود نے ملک بھر میں کیا دھوم مچا دی ہے۔ جس اخبار کو دیکھو یہی تذکرہ ہے۔ سخاوت اور دروایدی کے سمندر بہا کے رکھتے جلالۃ الملکت نے۔ اسے کہتے ہیں اسلامی شان اور شاہانہ آن بان۔"

"بیشک" میں نے عرض کیا "امیر المؤمنین شاہ سعود بڑے ہی نیک امیر پارسا بزرگ ہیں۔ کل وہ اچھے ضیاء الدین کہہ رہا تھا کہ عرب کے بیت المال میں سے بیش بہا رقمیں خریدا بھارت پر صرف کرنا فتوے کی رو سے ذرا محل نظر ہے۔ میں نے کہا کہ بھائی فتویٰ تو مولوی فتانی اللہ ہی دیں گے۔"

حضرت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔
"یہ ضیاء الدین بھی مودودی سے معلوم دیتا ہے۔ اسے کچھ تو قرآن میں تو جانتا آیا ہے کہ تالیفِ قلوب کے لئے صدق کرنا درست ہے۔ اور فی سبیل اللہ کا لفظ بھی ہے۔۔۔"

"یعنی کیا؟" میں نے ٹوکا۔ "یہ عرب سے بھارت تک کا راستہ کیا شرعی اعتبار سے اللہ کا راستہ ہے؟"

"اسے نہیں۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ جو دارالعلوم دیوبند اور علی گڑھ یونیورسٹی وغیرہ کو عطیات دیتے جاسے ہیں فی سبیل اللہ ہی تو ہیں۔ آخر یہ ادارے اللہ کا دین ہی تو پھیلا رہے ہیں۔"

آداب سے نہ پکار سکے۔

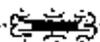
تمعاذ اللہ، تمعاذ اللہ۔ خدائی قسم یہ ضیاء الدین صاحب مد
مودود یہ ہے۔ کہاں کا جوڑ کہاں لگا ہے۔ اسے اس بد بخت
کہو زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو سمجھو۔ کہاں خلفائے راشدین
کہاں آج کل کے بادشاہ۔ آج بھی اگر ہم مسلمان بادشاہوں کو
امیر المؤمنین کہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گویا ہم انھیں صحابہ
کرام کا درجہ دے رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ مودودیت
واقعی صحابہ تک کی عزت و عظمت سے کھیلتے ہیں!

مولوی فنائی اللہ کا استدلال میرے دل میں گھر کر گیا۔
واقعی علماء کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ شام کو ضیاء الدین سٹے
تو میں نے پہلے تو دو چار صلواتیں سنائیں پھر سمجھایا کہ برو خوردار!
اولیاء اور صحابہ کی عزت کرنا سیکھو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم شاہ سعود
کو امیر المؤمنین کہہ کر انھیں خلفائے راشدین کا درجہ دے دیں۔
تمہارے زمانے کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے، تم گمراہ ہو گئے ہو۔
بیچارہ ضیاء الدین ہم کے رہ گیا۔ مشکل بولا:-

”میری عرض تو محض اتنی تھی کہ ٹرکی یا مصر یا اردن وغیرہ
کے خلفائے کو اگر جلالۃ الملک ظل اللہ عنہم باللہ اپناہ الملکت
اور اسی طرح کے خطابات دیتے جاتیں تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ یہ
خطابات اُس مزاج کے عین موافق ہیں جس مزاج کے تحت ان
ملکوں میں حکمرانی کی جا رہی ہے۔ لیکن شاہ سعود کی وہ نیکو کے داری
اسلامیت اور مذہب دہستی جس کا کافی چرچا ہے اگر درست ہو
تو ان کے لئے امیر المؤمنین ہی کا خطاب موزوں ہے۔ کیونکہ یہی
خطاب اپنے تاریخی پس منظر میں بھی اسلامیت اور دیداری سے
جوڑ رکھا ہے۔ جلالۃ الملک اور ظل اللہ اور اعلیٰ حضرت وغیرہ کہہ
ہم گویا اہل بھارت کو یہ احساس دلا رہے ہیں کہ شاہ سعود بھی ان
سلاطین عرب و عجم میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنی بد اعمالیوں
غلط کاریوں اور باطل پسندیوں سے اسلام کو دنیا کے سامنے منج
کر کے پیش کیا۔ جنہوں نے انسانوں کی گردنوں کو خدا کی بجائے
اپنے آستانوں پر جھکا دیا۔ جنہوں نے اسلام کے آئین جہانباتی کو
تور مروڑ کر اپنے مفاد میں استعمال کیا۔ جن کے آسوا نے ڈکٹیٹر
شہب اور مطلق العنانی کی تعلیم دی۔ جلالۃ الملک و عیسہ کے

القاب سکو اگر کوئی غیر مسلم تاریخ میں یہ دیکھنے لگے کہ مسلمانوں کے
جلالۃ الملک اور اعلیٰ حضرت کس قسم کے ہوتے ہیں تو آخر کار
وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ ”ان داتا“ اور ”ہر محشی“ جیسے تصورات
اسلام میں بھی ہیں۔ اور حکومت الہیہ کا جو شور مسلمان مچاتے ہیں
محض ڈھونڈنگ ہے۔ اس کے برخلاف اگر وہ یہ ڈھونڈنے لگے
کہ امیر المؤمنین کیسے ہوتے ہیں تب یقیناً اسے پتہ چلے گا کہ اسلامی
بادشاہت اور فترائی جمہوریت کسے کہتے ہیں۔ اور تب وہ
جانے گا کہ بعد کے اکثر جلالۃ الملکوں اور پناہ الملکوں اور ظل اللہوں
نے سنت الہیہ کی جگہ مذہب فرعونیت کو زندہ کیا ہے۔“

”بس بس“ میں نے ٹوکا ”خدا کے لئے اتنی زبان درازی
نہ کیجئے۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اتنے استغناء اور اسلامی
بادشاہ گویا اسلام سے نابلد تھے۔ اور ایک آپ ہی اسلام جانکر
والے پیدا ہوئے ہیں۔ خیر کل میں مولانا فحشانی اللہ کو تمہارا
مقابلہ میں لاؤں گا تب تمہارے ہوش ٹھکانے ہوں گے۔ مودودیت
کہیں گے!“



۴۴ ستمبر ۱۹۵۷ء :- جناب صفوی غلام عبدالقادر کلیری تیز
تیز آتے اور زہیرہ پر چڑھنے لگے۔ میں نے پوچھا:-

”حضور کیا بات ہے؟“

فرمایا:- ”ذرا ہتھی تجلی کی خیر لینے چل رہا ہوں۔“

”کیوں؟ خدا نخواستہ کیا بیمار ہیں؟“

فسرمایا:- ”مے یہ مطلب نہیں۔ ذرا انھیں ایک مسئلہ
میں قائل کرنے چل رہا ہوں۔“

میں نے عرض کیا:- ”آج وہ باہر گئے ہیں۔ کہتے تو کیسا
مسئلہ تھا؟“

افسرہ ہو کر بولے:- ”اب تجھے کیا بتاؤں۔ یہ قرآن
حدیث کے معاملات ہیں۔“

”کچھ تو بتائیے“ میں نے کہا:- ”آخر میں بھی تو اللہ اور
رسول پر ایمان رکھتا ہوں۔ اگر واقعی معنی تجلی نے کوئی گڑبڑ
قسم کا فتویٰ دیا ہو گا تو میں خود آپ کی مدد کرتے ہوئے ان پر
کفر کا فتویٰ لگوا دوں گا۔“

"ایسا ویسا گڑ بڑ" فرمایا "اے کافر میں کھڑی کیا ہے۔ نہ اونیا مارا احترام نہ صوفیا کی تحریم۔ رسول ان کے نزدیک ہم تم جیسے انسان ہیں۔ بزرگوں کی قبریں نفوذِ بابتہ ان کے نزدیک مٹی کو ڈھیر ہیں۔ اب ذرا خود فرمائیے۔ یہ حضرت، تو مٹی لکھتے تھے ہیں اگر انہوں پر پھول چڑھانا حرام ہے۔ حدیث میں اس کا کچھ ثبوت نہیں۔ آج مجھے پرورشِ علم، تقویٰ زاد اللہ کر امتہ کے صحابہ تھا حدیث دکھائی کہ حضرت رسول اللہ دو قبروں پر سے گزرتے تو وہاں ٹھہر گئے اور فرمایا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے۔ پھر آپ نے دو تر و تازہ ٹھہرا قبروں پر گاڑ دیں اور فرمایا کہ جب تک یہ چری رہیں گی ان کو عذاب سے محفوظ رکھی رہیں گی۔ بتائیے۔ ٹھہری اور پھول میں ایسا کونسا فرق ہے کہ ٹھہری تو حضرت رسول اللہ سے ثابت ہو اور پھول حرام مومنوں میں سے عرض کیا:۔

"بات بیشک سچے کی ہے بلکہ ٹھہری تو اہل ہوتی ہے۔ اور پھول بعد میں اس پر رکھتے ہیں۔ ٹھہری جاتر ہوتی تو پھول بدبو ہوا جاتر۔ بلکہ واجب ہوں گے۔۔۔۔۔ لیکن یہ حدیث آپ کو یہ پرورش نے زبانی سنائی یا کسی کتاب میں دکھائی؟"

لوہے۔ اے صاحب زبانی کون کتاب کھول کر دکھائی ہے۔ اتنی مولیٰ ہزاروں تصنیفوں کی حدیث کی کتاب تھی۔ خوش خطا چھپی ہوئی؟"

"عربی میں ہوگی۔۔۔ کیا آپ عربی جانتے ہیں؟" "عربی نہیں جانتا تو کیا ہے۔ وہ کتاب سنو چڑھی۔ شاید بخاری تھی یا ترمذی۔۔۔۔۔ بہر حال بڑی معتبر حدیث کی کتاب تھی میں کچھ دیکھ کر کو چپ ہو رہا۔ فرمائیے گے۔"

"سوچ میں کیا پڑ گئے۔ آخر کیا حدیث چھوٹی ہو سکتی ہے؟" "یہ بات نہیں۔ مگر میں سوچ رہا ہوں کہ بات سچی نہیں۔ یہ حدیث بھی غلطی کو کافر ٹھہرانے کے لئے کافی نہیں ہوگی؟"

"میں سمجھتی تھی۔ وہ جل کر لوہے۔ آپ بھی تو اتنی تہمتی کے پھٹے تھے ہیں۔ آخر کیا عمل رسول کو حرام بنا کر نہیں ہے؟" "بلاشبہ ہے۔ مگر آپ کی میان کردہ حدیث صحیح تو یہ سستی ملتا ہے کہ یا تو حدیث دھونڈ کر گناہ گزارا اور فاسقوں و رذیلہ کاروں کی قبروں پر ٹھہرا اور پھول چڑھانے جاتیں تاکہ ان کا عذاب

ہلکا ہو یا ان سانسے اولیاء کو خدا نخواستہ متواتر عذاب کچھ لینا جاتے جن کی قبروں پر پھول چڑھانے جا رہے ہیں! اس بیچ کو ذرا سنبھالیے۔" صوفی صاحب بھٹک گئے۔

"اے بے دین۔ تو بھی کچھ کم دہائی نہیں ہے۔ میں پہلے ہی کچھ رہا تھا تجلی والوں کے تقاریرِ نکال و فاسقہ کا اثر مجھ پر بھی پڑے رہے گا۔"

یہ کہتے ہوئے وہ بھی جنس جھٹکے کی دکان میں گھس گئے۔ کیونکہ عقرب کھیر شریف کا میلہ ہونے والا تھا اور صوفی صاحب اب کی اس کے ساتھ میلے جانے کا پروگرام بنا ہے تھے۔ کیونکہ انہیں معلوم ہوا تھا کہ نبی بخش کسی زمانے میں من لہو بن باقی نکلنے والی کاخانا رہ چکا ہے اور انہیں باقی اس سال بھی کھیر کے میلے میں آئے گی۔ اور نبی بخش کے توکل سے اس سے خصہ صوفی زونہار کا موقع حاصل ہو سکے گا۔

۱۷۵

۱۷۵ **۱۷۵** مولانا نعمت اللہ عموی سے میں نے پوچھا۔ "حضرت کیا رات شری حیوان الال نہ بھگت کے وعظ میں تشریف لے گئے تھے؟" غضب ناک ہو کر فرمایا۔ "کیا تو تھا۔۔۔ مگر یہ دعویٰ کہ کھیر منہ کیوں اڑاتے ہو؟"

عرض کیا۔ "نہیں آپ نے منہ کیسے سمجھی۔ آخر وہ عطا کے معنی ہیں نصیحت اور مسلمانوں کو صحیح طور پر ووٹ ڈینے کی تعلیم تربیت دینا نصیحت ہی ہے۔"

"بے شک ہے۔" فرمایا "لیکن ہر لفظ اپنے لغوی معنی کے علاوہ کچھ اصطلاحی مفہوم بھی رکھتا ہے۔ جیسے ہوا۔ شہادت۔ اقامت دین وغیرہ کہ ان کے لغوی معنی جو کچھ ہیں ان کے علاوہ بھی بعض تفصیلات ان کے مفہوم میں شامل ہیں۔"

"بجا فرماتے ہیں۔ میں خود اس کا قائل تھا۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ یہ ذہنیت اب دورِ حیرت میں غلط ٹھہرا دی گئی ہے۔" "کیسے؟" ان کے چہرہ پر بھل ہٹا اور غیظ کے آثار تھے میں نے بڑھاپے سے اجمیہ انیسار کی ۳۱۳ ص ۳۱۳ کی اس کتاب کا خاک

"افتتاحیہ" کے ایک عبارت پر اٹھلی رکھ دی۔

ملاحظہ فرمائیے۔ فاضل مدبر لکھتے ہیں۔

"ہماری دعوت ہے کہ مسلمان غیر مشروط طور پر اگر کسی

کا ساتھ دیں اور معاوضہ وصول کرنے کا خیال بھی

دل میں نہ لائیں۔"

مولانا نے عینک کو درست کرتے ہوئے دو تین بار یہ عبارت

پڑھی اور بولے۔

"میں تو نہیں سمجھا اس سے آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔"

مجھے حیرت ہوئی کہ مولانا باوجود وہ ہیں ہونے میں امانی انصیب

نہ پاسکے۔ کیا وہ قوت شامہ جو عرفان ستم زدہ کی ہڈیوں کو گوشت

میں گھس کر کھڑ اور زندگی بوسہ سمجھ لیتی ہے۔ کبھی کبھی اس درجہ

ناکارہ بھی ہو سکتی ہے! شاید اسی موقع پر کسی نے آنکھ کے تینکے

اور خمیرہ والی مثل نکالی ہوگی، مگر خیر یہاں تو ذکر اخبار کی عبارت

کا تھا۔ میں نے ادب سے عرض کیا۔

"دعوت کے لغوی معنی ہے شک یہاں بالکل قریب ہیں۔

لیکن اگر میں آنجناب قبلہء اکبروں کو کل دوپہر آپ کی دعوت

ہے۔ اور کبھی آپ شریف لے آئیں تو گھنٹہ آدھ گھنٹہ خشک

باتیں کہنے عرض کروں کہ قبلہ اب شریف لے جا سکتے ہیں تو کیا آپ

بھوکا معدہ اور خالی آئیں مان لیں گی کہ میں نے لفظ "دعوت"

کا باطل معنی استعمال کیا ہے؟ اگر نہیں مانیں گی اور یقیناً نہیں

مانیں گی تو آخر دعوت ای الکا کھڑے کے وقت، یہ کیسے مانوایا جاتا

کہ لفظ دعوت کی ساری اصطلاحیت اور بنی نظریات غائب ہو گئی؟"

دو سے بہت۔

"واہ ملا تو لوگ ہی سو وہی کا نکاتہ بلانکا۔ اچھا یہ تو

بنا انجینیر کے اس سانسے ادارے میں تھے اس لفظ دعوت ہی

پر اعتراض کی سوجھی یا وہ میں موقع پیغام اور تعلیم بھی سمجھ رکھا ہی

ہی جو اس فاضل نے ادارے میں سودی گئی ہے۔"

میں نے انکسار اور سعادت مندی کے ساتھ عرض کیا۔

"مجھ جیسے میں کہاں اتنی سمجھ۔ سچ ہو مسلمہ نہایت خوش

شہ۔ ان داغند۔ لیکن یہ ضرور میں جانتا ہوں کہ بدلے اور معاوضے

سے سب زیادہ جو کر عمل کرنے کی تعلیم انسانی فطرت کے ساتھ پڑھیں

مذاق ہے۔ شاید اسی لئے خود اللہ میاں نے اپنے قرآن میں جگہ

جگہ نیک عمل لوگوں کو حمد و تصور اور انعام و اکرام کی بشارت

دی ہے۔ اور اللہ کے آخری رسول نے بھی اچھے کاموں کو عمدہ

معاوضوں اور بدلوں کا بار بار تذکرہ کیا ہے۔ سچ جانتے جب

میں نے ڈاکٹر اقبال کی مندی ہوئی دائرہ صحت بھی تھی تب تو سمجھا کہ

کچھ بہت زیادہ بدگمانی نہیں ہوتی تھی بلکہ میں نے خیال کیا تھا کہ یہ

فطن شخص ایک عورتی عادت ہے جو دینی بصیرت اور اصابت

فکر کی ضد نہیں ہے۔ لیکن جب میں نے ان کا یہ شعر پڑھا کہ۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا لگی ہے

لے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

تو مجھ ماننا پڑا کہ ڈاکٹر اقبال کی درویشی و قلندری بھی

کبھی کبھی حدود اللہ کو چھلانگ جاتی ہے۔ بے شک راہ سلوک

کی ایک منزل ایسی بھی ہے جہاں جزا اور معاوضہ کا تصور تک

توہینِ خلوص بنایا جاتا ہے۔ مگر وہ منزل عوام الناس پر فاش

کرنے کی نہیں۔ نہ وہ فی الحقیقت کوئی منزل ہے بلکہ راستے کا

ایک پیچ دائرہ اسے جہاں مسافر سستلے کیلئے نہیں بلکہ صحیح

راستہ سوچنے کے لئے ٹھہرتا ہے۔"

مولانا بگڑ گئے۔

"کجگفت! چلے سانسے منزل سلوک پر بحث کرتا ہے۔

ٹھیک کہ اسے امام بغدادی نے،۔

تہذیب نابل راہوں گردگان برکتی است!

میں فارسی سے نا بلند ٹھہرا۔ عرض کیا۔

"معاف کیجئے گا۔ میں امام بغدادی کی تہذیب نہیں کرتا۔

انھوں نے کچھ بھی کہا ہو وہ ٹھیک ہی ہوگا۔ کیونکہ کسی بات کے

ٹھیک ہونے کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ وہ کسی بغدادی رحمہ اللہ

تہذیب اور جو۔"

بولے۔ "یہ کہ۔" حجتی چھوڑو۔ ذرا ادائیگی کے اس جملہ

کو دیکھو۔"

"اور یہ ظاہر ہے کہ مسلمان کسی قیمت پر بھی اپنے

ذکار اور اپنی عزت، کہ ہاتھ سے نہیں جھٹکتے۔"

"گنتی خود داری عضو شی اور ہندی خرم و کردار ہے اس

جملے میں!

”وہ تو ہے“ میں نے کہا۔ ”جملہ میں بے شک سب کچھ ہو
مگر یہ تو ضروری نہیں کہ جو کچھ جملے میں ہو وہ جملے سے باہر یعنی
کہ ٹھوس دنیا میں بھی ہو!“
”کیا مطلب؟“ انھوں نے چونک کر کہا۔

”مطلب یہ کہ وقار و عزت ذرا اخلاقی چیزیں ہیں مثلاً
امریکہ کے شریف سے شریف گھرانے کی عزت و وقار کو اس کو
ڈاٹھیں نہیں لگتی کہ ان کی کوئی جوان بہو بیٹی کسی مجر و نوجوان سے
ساتھ رات بھر کلب میں ناچتی اور شراب پیتی رہے۔ اس کے
برخلاف ہم مشرقی رحمت پسندوں کی عزت اور وقار اس پر
بات میں بھی خاک میں مل جاتے ہیں کہ ہماری بہو بیٹی نے کھڑکی
سے کسی غیر محرم کو جھانک لیا ہے۔ گویا حاصل وصول یہ کہ جس طرح
کا انداز فکر و نظر ہوتا ہے اسی طرح احساسات اور خیالات
بدلتے جاتے ہیں اور عزت دے عزتی کی قدروں میں بھی
مڑتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آزادی نسوان اور پیش زندگی کی
بنیادوں پر سوچنے سوچنے یورپ اُس مقام اعلیٰ پر پہنچ گیا
جہاں عورتوں کا چہرہ تو کیا ان کی رائیں اور سینے بھی کھلی ہو گئیں
پر نظر عام کی چیزیں بن گئیں جب کہ ہمارے پرانے گھرانوں
کی کسی بہو بیٹی کا اگر صرف کھٹنا یا پنڈلی ہی کوئی غیر محرم دھبے
سے دیکھے تو مارے جیا اور غیرت کے اسے کئی راتوں نیند نہ آتی۔“
مولانا نے منہ بنا کر قطع کلام کیا۔

”آخر اس فضول غیر متعلق بحث کا یہاں کیا موقع ہے۔ ذکر
تو مسلمانوں کی قومی غیرت و وقار کا تھا۔“

”میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”اسلامی
نظر سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے وقار و عزت کی جڑ یا کھجی کی
پھر سے اڑ چکی ہے۔ ذلت و ذوارمی عجز و تذلل یعنی پامالی کا
نام اگر وہ عزت نہیں ہے تو تاریخ اور قرآن و سنت شاہد
ہیں کہ ”مسلمانوں“ کی عزت و وقار نام کی کوئی مخلوق اب صفحہ
ارضی پر بالعموم اور خصوصاً بھارت پر بالخصوص زندہ نہیں ہے۔ اور
جس عزت و وقار کو آج تک ہم نے کاوا دل انگیز تذکرہ فاضل
مدیر نے کیا ہے وہ محض سایہ ہے پرتھیا میں، واہمہ، قہر و جہد۔“

ہاں اگر عزت و وقار کامیاب قوم کے چند افراد کی ذرا ت
یا مہم رہی ہے اور الحاد و کفر کے نظاموں کی خیمہ برداری کرتے
رہنے کے باوجود روزہ نماز اور عرس و قوالی کی اجازت صاحب
عزت و وقار ہونے کی۔ مگر دلیل ہے۔ تب بے شک ہم صاحبان
عزت و وقار ہیں!“

مولانا نے جباہی لی۔

”چھوڑو اس بحث کو۔ ہم جلتے ہیں کہ سودی لوگ ہر
بات میں فی نکالتے ہیں۔ انشاء اللہ حشر کے دن ان کی بھی ہر بات
میں اللہ میاں فی نکالیں گے۔ اور مزاً تو اس وقت آتے گا کہ جب
زشتہ پکارے گا کہ لے میرا حشر کے رفا کارو! ساکے! اہلسنتہ
والجماعہ اور اہل حدیث اور اہل قرآن اور درویش و قلندر اور
بریلی شریف اور بدایوں شریف اور کلیر شریف اور بغداد شریفینا
کے مہتے والے جنت کی طرف ہنکائے جائیں۔ بلکہ فلاں فلاں کافر و
مشرک کو بھی جنت میں لے جاؤ کہ انھوں نے اللہ کے نیکوں
کو اپنی اپنی حکومتوں میں نماز روزے اور ذکر و تسبیح سے نہیں روکا۔
پس سودیوں یعنی جماعت اسلاموں کو دوزخ میں ڈال دو۔ اور
انہیں جہنم دو کہ اگرچہ ہمیشہ ہمیشہ آگ میں جلنا صرف اہل کفر و مشرک
کے لئے ہی مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن اللہ جل شانہ تم کم جنوں سے اس
درجہ ناراض ہے کہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ تمہیں دوزخ کی سہی کلاس
میں ابد الابد تک رکھا جائے۔ بلکہ سہی کلاس کے نیچے ایک ڈی
کلاس بنی ہوئی ہے جس میں وہ سنتے عذاب ہیں جو دوزخ کی
ابتدائی تعمیر کے وقت اللہ میاں کے پیش نظر نہیں تھے۔ بلکہ بعد میں
مصر کے تم ایجاد جلاؤں کی دیکھا دیکھی پسند فرمائے گئے اور نئی
ڈی کلاس میں انہیں رکھا گیا۔“

میں نے پوچھا۔

”یہ تو خیر ہوا۔ مگر حضور بریلی اور بدایوں وغیرہ کے ساتھ
”شریف“ کب سے لگائے گئے۔ کیا جب سے سودیوں کو اہل عزت
کو گمراہ بتایا ہے آپ کے نزدیک بدعتی ہدایت یافتہ ہونگے۔“
”ہی۔۔۔ یہ بات نہیں، مگر نرمی اور خلق و مردت کا
جو سستی ہمیں اسلام نے دیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم ہر حلقے اور طبقے
اور فرقے کے احساسات کا پاس دلچاظ کریں۔ اسی نقطہ نظر سے

ہم جناب ہہانا گاندھی جی کو "شہید" اور ارض بھارت کو "ماتہ بھارتی" اور بریلی دیوالوں کو "شریف" کہنے لگے ہیں۔ آخر اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟

۸ دسمبر ۱۹۵۵ء - اندور سے ایک کرم فرما لکھتے ہیں:-
"مختری و کرمی جناب! آجین العرب صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

مندرجہ ذیل خبر جو اخبار انقلاب بمبئی مورخہ ۲ مارچ ۱۹۵۵ء سے اخذ کی گئی ہے آپ کے ملاحظہ اور منتظر زنی کے لئے ارسال ہے ممکن ہے کسی دوسرے اخبار میں آپ ملاحظہ بھی فرما چکے ہوں۔ اس خبر پر دو برسے روزنامی اخبار کے مدیر احکام و معارف جناب قاضی الہرمبارک پوری نے مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے دین و اخلاق کو ایسے عرسوں میں شریک ہو کر خراب نہ کریں۔ نیز یہ کہ ایک زمانہ تھا کہ علمائے کرام ہندوگان دین کے عرسوں کو اسلئے ناجائز مانتے تھے کہ اس میں نقص و سرور کی کھٹھنیں حتیٰ میں لیکن اب خود گو توں اور بھانڈوں کے عرس ہونے لگے ہیں؟
خبر ملاحظہ ہو:-

"گو ایاز میں تان ہیں کے مزار پر عرس۔ مدھ بھاد کے چیف منسٹر بھی شریک ہوتے۔ آج تان سین کے مزار پر ہزاروں ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوؤں نے عقیدت کے پھول چڑھائے۔ عرس کیشی کے صدر جناب حضرت بی کی دعوت پر مدھ بھارت کے چیف منسٹر اور وزیر صنعت نے بھی لانا مسعود احمد ایم۔ ایل۔ نے جنرل سکریٹری مدھ بھارت جمیہ علماء کے ساتھ شرکت فرمائی۔ جناب دیوالل جی زور ایم۔ ایل۔ اسے اور کرائی دیوی جی مہلن عرس کیشی نے چیف منسٹر صاحب اور مولانا کاشکرہ اور اکیا۔ دوانا صاحب نے عرس کیشی کو یقین دلایا کہ وہ آئندہ سال تان سین اور حضرت شاہ محمد غوث کے عرس کی تقریبات کو کامیاب بنانے کے لئے مدھ بھارت گورنمنٹ اور منسٹرل گورنمنٹ سے مدد

دلانے کی پوری کوشش کریں گے۔"

یہ واضح ہے کہ مولانا صوف نہ صرف جمعیۃ العلماء مدھ بھارت کے جنرل سکریٹری ہیں۔ بلکہ مفتی مالوہ حضرت مولانا محمد صاحب صدیقی نانوتوی کے فرزند البڑھی ہیں۔ اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل بھی۔ اور مفتی صاحب صوف مجاں سینا وغیرہ میں قیام کے قائل و عامل نہ ہونے کی وجہ سے اندور وغیرہ میں غیر مقبول کیا دالسلام۔ منظور الخی عفی عنہ۔

شرعی جواب تو مفتی تحلی ہی نے دے سکتے ہیں۔ خاکسار مسئلہ تو بس اتنا ہی جانتا ہے کہ جلسے ٹھے ٹھے مرشدین اور راہنما جس متحدہ قومیت اور سوشلزم کی بالواسطہ اور بلاواسطہ تعلیم دے رہے ہیں اسے مسلمانوں کے ذہنوں میں آٹانے اور دلوں میں رچنا کے لئے یہ طے چلے عرس اور سیلے بڑی مناسب چیزیں ہیں جب پایا جنگلی شاہ اور ٹاٹ شاہ اور چندر شاہ ٹک کے عرس برابر مٹاتے جلسے ہیں تو کسی گونے یعنی آرٹسٹ اور قاصد یعنی کلاکار کے عرس میں کیا برائی ہے۔ ایک قدم آگے بڑھ کر چاہئے کہ مسلمانان بھارت ہولی اور دیوالی وغیرہ کے تہواروں میں بھی برابر کی شرکت کریں تاکہ ہندوستان کے سب سے بڑے مسلمان بادشاہ اکبر زاد اللہ ربکا کے خواب کی تعبیر میں بھارت سے تولد ہو جائے۔ میں تو بچ کہتا ہوں اگر بعض خاد میں ملک و ملت کو ہر امت اسلامی کا قبیح کر زنی سے فراغت ش گئی تو بدستہ آن کا ایسا ایڈیشن بھی ضرور شائع کریں گے جس کے میں اسطور میں گیتا اور رامائن وغیرہ ہوگی علاوہ ازیں ابھی کچھ ہی دن ہوتے چاہئے محترم گورنریو پی مشرمنشی نے اور دیوالی کا حق ادا کرتے ہوتے فرمایا ہے کہ سوال صرف ہم لفظ بدلنے کا رہ جاتا ہے تو اردو کو اگر ہندی رسم الخط میں بدل دیا جائے تو اس سے ملک بھر کو ایک دوسرے کی بات آجھی طرح سمجھ کر کامیاب ملے گا۔ اس حقیقت افزہ نکتے کے پیش نظر اگر تان سین کی قیام پر گہا ہے عقیدت چر جانے والے متحدہ قومیت کے خواہ قرآن کے رسم الخط کو بھی دیوناگری میں بدل دیں تو شریعت بیاری ان کا ایسا کر سکتی ہے۔ کیونکہ شریعت تو کاغذ کی کتابوں میں بند ہے۔ اور کاغذ کی کتابیں کسی کا ہاتھ نہیں پکڑا کریں۔

میرے محترم آپ ابھی سے نام کر رہے ہیں۔ ابھی تو ایوری

عیسائی بزرگ مل گئے۔ میری داڑھی تو میری مختاریت کا مستقل اشتہار ہے ہی۔ فرمانے لگے۔

”کیوں جناب آپ مسلمانوں کے لیڈر معلوم ہوتے ہیں؟“
میں نے عرض کیا۔ ”لیڈر تو سب پاکستان چلے گئے۔ اب گاڑی بے انجن کے چل رہی ہے۔“

مسکرائے ہوئے۔ ”خیر میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ ہماری تاریخوں میں لکھا ہے کہ مسلمان خوبی اور لطیف سے ہوتے ہیں اور تلوار کے زور سے اسلام پھیلاتے ہیں۔ آپ لوگ جو اس بات کی تردید کرتے ہیں تو آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ بہت بلکہ ہم نے قرآن کے ساتھ تلوار کی تصویر دیکھی ہے اور آپ کے پیغمبر شاعر اقبال نے کہا ہے کہ۔“

خجر مال کا ہے قومی نشان ہمارا

میں نے بے اختیار داڑھی میں انگلیوں کا غزال کیا۔ یہ عادت میں نے اس لئے ڈال رکھی ہے کہ بعض دفعہ چور ہونے کی وجہ سے داڑھی میں چوٹنکا اٹک جاتا ہے وہ اس طرح نکل جاتا ہے۔

”دیکھئے جناب“ میں نے کہا ”قرآن جس زمانہ میں اترا تلوار کا بہت رواج تھا اور تلوار کو طاقت کے نشان کی حیثیت سے مسلمانوں نے اپنایا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسلمان بلاوجہ بھی تلوار لے کے دوڑ پڑتے ہیں۔“

وہ ہنسے۔ ”خیر اب تو وجہ بھی ہو تو تلوار ان سے نہیں ٹپکی۔ تاہم مسلمان اور تلوار کا اکٹھا اشتہار اس ذہنیت کی غمازی کرتا ہے کہ اسلام بنیادی طور پر طاقت کے ذریعہ اپنے کو منوانے اور اقتدار قائم کرنے کے حق میں ہے۔“

”یہ حقائق کے خلاف ہے۔“ میں نے کہا ”قرآن دستت کے خلاف ہے۔ اسلام کے خلاف ہے۔ تاریخ کے خلاف ہے۔ صد اقل کے خلاف ہے۔۔۔۔۔“

اور۔ اور نہ جانے کیا کیا میں کہہ گیا، لیکن وہ ایک طنز پر تبسم فرماتے رہے۔ جیسے کہہ رہے ہوں۔ ”کون ڈاکو اپنے کو ڈاکو کہتا ہے!“

ان کے اس برادینے والے تبسم کو میں نے کس طرح جھبھایا اس کی کیفیت کیا کہوں۔ آج بھی روج میں ایک کاٹا سا اٹکٹکا ہوا اور سوچتا ہوں کہ میں نے کیوں ان سے یہ نہ کہا، یا کہ اقبال پہلے سے

پیغمبر نہیں میں اور قرآن یا کلمہ طیبہ کے ساتھ تنہا تلوار کی تصویر بنانے والے اسلام کے وہ نادان دوست ہیں جنہیں اسلام کو دروہیت کا ذرا ابھی شعور نہیں۔ اسلام میں تلوار پہلا نہیں آخری اور بالکل آخری حربہ ہے۔ اسلام قتال و جارحیت کا نام نہیں چننا اصولوں اور ان پر استوار کئے ہوئے اعمال کا نام ہے وہ تلوار کے دستہ کو اس وقت، پکڑتا ہے جب عقولیت اور انصاف کو تمام اہل عقول کو استعمال کر چکنے کے بعد تنگ آمد جھگ آمد کی صورت پیدا ہوگی، پھر جب باطل قوتیں ہٹ دھرمی سے اس کا راستہ روکیں۔ اور اس کی زندگی ختم کر دیں۔ تب وہ تلوار اٹھاتا ہے اور سب تلوار اٹھاتا ہے اس وقت بھی وہ اس ہتدب شیطانی اصول کو نہیں مانتا کہ جنگ میں سب کچھ جانتے ہے۔ وہ کہتا ہے۔ ”چوں بوزھوں اور سب اربوں کو مت قتل کرو۔ عام شہریوں پر مت آگ برسائو۔ سرسبز کھیتیاں اور چل دار درخت نہ بر باد کرو۔ شہریوں کی گھروں میں گھس کر ان کے مال و اسباب اور عصمتیں مت لوٹو۔ دھلا تحہ منکم شنآن قوم ان لا تغنوا لہا داد کسی قوم سے غنا دو تعصب تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرو کہ اس سے (والصافی کو) یہ سب مجھے ان عیسائی بزرگ سے کہتا چاہئے تھا۔ اگرچہ میری ہی قوم کے ذل و عمل کی روشنی میں ان کا تبسم پھر بھی یہی کہتا کہ ”کون ڈاکو اپنے آپ کو ڈاکو کہتا ہے۔“ (مازندہ صحبت باقی)

بطور نمونہ ایک تازہ خط

۱۴ نومبر ۱۹۷۷ء جناب منیر صاحب! السلام علیکم

سرمد ڈیجٹل ہڈی بی روانہ کیجئے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے یہاں کی سلائی بھی جو بہت اچھی ہوتی ہے دو بار دو آنہ کریں۔ ہم اس سے نسل کئی مشہد شیاں منگائے ہیں آپ کا سرمد ڈیجٹل اچھا ہے۔ برائے مہربانی ایک عدد شیشی سرمد ڈیجٹل روانہ کریں مکمل پتہ بھی۔ منجھ صین کلاتھر چٹ۔ ٹیپ خانہ اندرون پی۔

ضلع عادل آباد (کن)

ایسے ہی جسد باخطوط دفتر میں ملاحظہ فرماتے جاسکتے ہیں۔

لا جوابت جرم قرآن

ترجمہ :- علامہ شبیر مولانا صاحب دہلوی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ۔
تفسیر و از علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ باقاعدہ مجموعہ ہے اور عقلی ترجمہ کا تناسب بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔
تفسیر میں علامہ شبیر نے اپنے علوم کا بخوبی اس خوبی سے رکھ دیا ہے کہ کم پڑھے لکھے اور اہل علم برابر اس کی سلاست و وسعت کو مستفید ہوتے ہیں۔ اختصار میں تفصیل۔ کونے میں دریا چھپائی پوری ہمتاں آج
ہانگ کانگ میں گرائی گئی ہے۔ تمام کا تمام ہانگ کانگ اعلیٰ درجہ کا سفید مضمبوٹا چکنا۔ جلد خوشنما
بیلدار چمن ہی نسخے موجود ہیں۔ ہدیہ بائیس روپے۔

قرآن بیکت جرم

ترجمہ :- علامہ مولانا اشرفی صاحب۔ اہل علم جانتے ہیں کہ ترجمہ مصروف کا
ترجمہ سلاست و ثقاہت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ پیش نظر ایڈیشن عمدہ و لائق کاغذ پر خضائی
زمین اور روشن کھائی چھپائی کے ساتھ چھپا ہے۔ حاشیہ پر مفید تفسیری نوٹ۔
ہدیہ جلد کرچ دس روپے آٹھ آنے (مجلد اعلیٰ تیرہ روپے)

قرآن معری

متوسط حروف کاروشن اعراب والا۔ جلد کرچ چار روپے للعصر
جلی تسلیم نمایاں اعراب۔ زیادہ صفحات والا۔ جلد کرچ آٹھ روپے۔

عہد نبوی میں نظام حکمرانی

از جناب محمد حمید اللہ صاحب
یہ عجیب و غریب کتاب اپنے موضوع کی بالکل انوکھی چیز ہے۔ فہرست
کے چند عنوانات ملاحظہ ہوں۔ عہد نبوی کا نظام تعلیم۔ آنحضرت
اور حوالیہ قرآنی تصور ملکیت اور ان کا سب سے پہلا تحریری دستور وغیرہ
تقریر کی بنیاد جن میں اعتقاد اور خیال آسانی نہیں۔ بلکہ ہر چیز
کو طہوس تاریخی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ تقریباً پانچ سزا بانوں
کے حوالوں سے کتاب مرتب ہے۔ تقریباً کتاب آپ کے دینی و علمی مطالعہ
کی ایک بیش بہا چیز ہے۔ قیمت جلد کرچ دس روپے چار روپے آٹھ آنے للعصر

اشتراکیت و س کی تجربہ گاہ میں

اصول و نظریات کی مدد تک تو یہ بات پوری طرح واضح کیا جلی ہے کہ اسلام
کے مقابل میں اشتراکیت اقصیٰ و ناکارہ ہے۔ لیکن بعض لوگ اصول و
نظریات کو چھوڑ کر صرف واقعات سے بحث کرتے ہیں اور دسی پرو بکنڈہ
روس میں جبرائیل اشتراکی جنت کا ڈھنڈا دورہ کیا ہے جسے وہیں بنا کر اشتراکیت کی
خوبیاں گولتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے یہ کتاب نہایت ضروری اور مفید لیکن
تصنیف ہے۔ میں روس کی اشتراکی معاشرے کی تاریخ بھیج حالت کو خود اشتراکی
محققوں لیکچروں اور شاہدین کی تحریر و تقریر کی روشنی میں نہایت
مدلل اور واضح طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اسکا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے ضروری
اور ہر آگے شخص کیلئے عمومی اور اشتراکیت کے تعلق جاننے کا خواہش مند ہے۔
نہایت ضروری اور مفید ہے۔ قیمت جلد کرچ دس روپے۔

سرپاٹے رسول

سب سے پہلے اس نام سے ظاہر ہے اس مقدس کتاب میں آنحضرت کی ذات گرامی کے تمام ہی گوشوں کو حسرت و آیات و دلالت سے
سراپاٹا گیا ہے۔ گھٹنا جیٹھا لکھا اپنا۔ سونا جگا لگا بولنا مسکرا کر انعامات۔ اخلاق۔ عادات۔ مرغوبات۔ جلیہ غرض آنحضرت کا
تمام سراپا الفاظ کی بصورت میں پیش کیا گیا ہے پیش لفظ سید ابوالاعلیٰ مودودی کا ہے۔ نامائیل رنگین۔ قیمت چودہ آنے ۱۲

مکتبہ تحلی دیوبند (پٹی) نصح رسول کریم ص ۴

فنون لطیفہ اور اسلام

مفتی شمس الدین احمد

جالیاتی حسن رکھتی ہے جس میں وقار (SUBLIMITY) تصویریت (PICTURESQUENESS) ایک نمایاں نشان (GRANDNER) حسن تناسب (KEEPING) اور شعریت (POESY) جو یہ وہ مقامات ہیں جو خارجی (OBJECTION) ہیں یعنی خود اس میں جبرنی چاہئیں، لیکن جالیاتی نشانیں مکمل طور پر اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے، جبکہ داخلی (SUBJECTIVE) مقصدیات بھی موجود ہوں، یعنی انسان کے اندر احساس (SENSATION) اور ادراک (PERCEPTION) اور جذبات (EMOTION) کا ہر ناہی ضروری ہے، جمالیات سے لطف اندوز ہونے کے دو ذرائع ہیں (EYE & EAR) سمجھ و بصر۔ آج محسوس شکل (CONCRET FORM) میں R. ذرائع ہمارے سامنے ہیں (دور۔ بین۔ شاعری۔ مصوری۔ موسیقی فن تعمیرات (ARCHITECTURE) دستگ تراشی (SCULPTURE) وغیرہ۔

فنون لطیفہ کے متعلق، جان لینے کے بعد کثرتی ترقی میں اٹھا ایک خاص مقام ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام اسے کس حد سے دیکھتا ہے؟

اسلام کا موافق سمجھنے سے پہلے ایک تاریخ حقیقت کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اسلام کے ماننے والوں میں ابھی قاصی تعداد ان لوگوں کی ہے جو ہر ملکی ہوئی بات سے متاثر ہو سکتے ہیں، اور ہر ملکی ہوئی چیز کو بغیر اس کی حقیقت معلوم کیے ہوئے سونا سمجھ سکتے ہیں، چنانچہ ان مغربی پیرسوں کی کئی ہی مختصر جن میں ان لوگوں نے صرف اپنے قول کو لیا کہ

تاریخ انسانی کا غالب علم جب اپنی نگاہ کو ششہ ترمود، اور انکی تہذیب پر ڈالتا ہے تو یہاں اسے بہت سے واقعات کو شکرک ہو سکر آتے ہیں، مثلاً ایک اجتماعی زندگی کی خواہش، آپس میں جنگ جڈل کا ہونا، اور ایک قوم کا کسی خاص اصول کے تحت ترقی کرتے کرتے ثقافت سزق کی پہنچ، دوسری قوم کا زوال پذیر ہونا، اور یہی وہ بھی پایا جاتا ہے کہ قومیں فنا ہونے سے پہلے ذوق لطیف کی تسکین کے ذریعے ہی اپنی باقیات صالحات میں موجود ہاں ہیں جن میں فنون لطیفہ سب سے پہلے آتے کسی قوم کی تہذیبی ترقی کا اندازہ لگانے میں اسے اہم مقام حاصل ہے۔

انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف نظریات و عقائدات کی فرماں برداری رہی ہے، ان میں نظریات و عقائدات کی میں ہر مختلف تہذیبیں وجود میں آئیں اور ان کے ساتھ ساتھ صفوہ ہستی سے متعلق آج ان مختلف تہذیبوں کے کارناموں کا اندازہ ہم ان کے ذوق لطیف سے کر سکتے ہیں، چنانچہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ فنون لطیفہ تہذیب و تمدن کے عناصر ترکیبی سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، ایسا یہ الفاظ دیگر انسانی زندگی سے انجیں گہری مناسبت ہے۔

بات کا اظہار کرنے سے پہلے مزاج یہ ہونا کہ ہم یہ جان لیں کہ فنون لطیفہ کتنے کتنے ہیں، چنانچہ انسان کی توہینوں میں ہر ملکی طور پر جو بات متعلق نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنے ذوق جمالیات (Aesthetic Sense) کی تسکین جن ذرائع سے کرتا ہے ان میں فنون لطیفہ یا (fine Arts) کہتے ہیں۔

اب ان میں سے وہ جو خاصے کہ وہ جمالیات (Aesthetics) کہیں، تو اس کی ضرورت ہوں گی کی ہے کہ وہی شے اپنے اندر

نظام سب سے زیادہ کامیاب ہے جو توازن قائم کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب ہو۔ چنانچہ اسلامی نظام حیات کی برتری کا دعویٰ اس وجہ سے بھی کیا جاتا ہے کہ اس سے مدد دہر توازن اور ”عدل“ سے کام لیا ہے، بلاشبہ دوسرے نظام ہائے حیات میں بھی انسان فردویات، مقننات کا نفاذ کیا گیا ہے، لیکن بہر حال ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ جو کماں توازن اور موزونیت اسلامی نظام حیات کو حاصل ہے وہ دوسروں کو نہیں، جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دوسرے نظام خود ساختہ ہیں جبکہ اسلام اس کو حتیٰ کہ مرتبہ کر وہ نظام ہے جو فانی کائنات ہے۔

اسلام دنیا کے سامنے یہ تصور پیش کرتا ہے کہ انسان خدا کا بند ہے، یہ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد ایک اور زندگی آجینے والی ہے جو ابدی ہے، یہ زندگی آزمائش ہے، دوسری زندگی میں انہیں لوگوں کا خیر اچھا ہو گا جو اس زندگی کے امتحان میں اچھا بیجا کر کے آئے۔ مہاجر و مدینہ کے شخص جو کامیابی سے ہمسار ہونا چاہتا تھا اس نے اسے جو مفہم دیا ہے وہ پورے نظام حیات کیساتھ مطابقت کر کے کیا ثمرات دینے کے سامنے پیش کرتا ہے، اور کسی حد تک اس کا یہ مقام افسانیت اور خود اسلامی تہذیب کی بقا و ترقی میں مدد و معاون ہے۔

جہاں تک ان چیزوں کا تعلق ہے جو ترقی کی نوعیت کی ہیں اور اپنے گونا گوں اثرات کے اعتبار سے انہی میں جن میں اگر انسان پڑ جائے تو وہ اسے اپنے مقصد سے غافل کر دینے والی چیزیں اور وہ سب سے تعبیر کرتا ہے، اس کی فہمیت میں وہ تمام چیزیں آئیں جو سکتی ہیں جو بقا و ترقی کے ذریعوں اور ان کا استعمال قرآن و حدیث کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا کر دے، تو وہ بھی اسلام کے نزدیک امور تعبیبی ہیں، اس کے علاوہ کچھ اور چیزیں ہوتی ہیں جو تو فی الحقیقت صحیح ہوں اور ان کا حادہ کے اندر استعمال ناجائز ہے لیکن انسان اپنی فطرت سے مجبور ہو کہ وہ تعبیر و تفسیر کے ذریعہ اس کے بقا و ترقی کے لئے بہتر وقت، سہولت حاصل کرے اور اسے جو تو ترقی کی انسانی فہمیت کا اتفاق ہے کہ اس سے اپنے پیروں کو بچانے کی کوشش کرے۔

چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی نگاہ سے تعبیر فرمائی کہ انسان کی زندگی میں جو چیزیں

زمانے میں اس کا چلن ہے اور ہر فرد اسی پر بس نہیں کیا جاتا کہ اپنی ذمہ داری کو اپنی حد تک رکھا جائے بلکہ باقاعدہ ہر جگہ اسی کا لگا لگا لایا جاتا ہے اور ساتھ مغرب کے بنائے جو سے اصولوں سے اندھا دھند طریقے سے استدلال کیا جاتا ہے اور اگر بد قسمتی سے اسلام کا موقف اس کے خلاف ہوا تو اسے قدامت پسندی اور تنگ نظری پر محسوس کر کے اپنے آپ کو صحیح ثابت

کر لیا جاتا ہے، اسلام سے ہمدردی رکھنے والوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جو اس کو کشش میں رہتا ہے کہ بہت جلد پھرتی چیز کو اسلام میں ثابت کر دے، اور اگر خوش قسمتی سے کچھ اور حوالے سے اقبال کا خیالات فراہم ہو جائیں تو عزم خود کو کھینچتے ہیں کہ اسلام میں یہ بات ثابت کیے انہوں نے گویا کوئی بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، حالانکہ یہ پہلے سے نہیں سمجھتے کہ اس طرح یہ انہوں نے اسلام کی کوئی واقعی خدمت کی نہ اس سے دنیا کے سامنے اسلام کی حقانیت اور علم برتریت ہی ثابت ہوئی، اسلام کی عظمت اس لئے نہیں ہے کہ وہ ہر چلنے والی بات کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے، بلکہ اس کا صحیح مقام یہ ہے کہ وہ ہر جگہ پر غور و انداز خود کرتا ہے اور اپنا مسلک خود اعتمادی کے ساتھ متعین کرتا ہے، واک اس سے کہ وہ دوسروں کے مخالف پڑتا ہے یا موافق کسی بھی شیعہ زندگی کے متعلق جب ہم خود کرنے لگیں تو فریاد

ہے کہ ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ پورے نظام حیات اور پورے تہذیبی ڈھانچہ میں اس کا کیا مقام ہے، طریقہ یہ نہیں ہے کہ ہم پورے کلی سے ایک جز نکال کر خود کرنے لگیں، ورنہ ہم اسکا صحیح اندازہ کرنے میں ناکام ہوں گے، کسی بڑی مشینری کے ایک پرنے کو اگر ہم الگ نکال کر دیکھیں تو پوسکتے ہیں بظاہر وہ ہمیں بہت معمولی سا معلوم ہو، اس لئے ہم اس کی قدر نہ کر سکیں، لیکن اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ پرنے اپنے پورے نظام عمل سے مطابقت کر کے کیا نتیجہ پیش کرتا ہے تو ہم اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

کسی بھی نظام حیات کی برتری کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ہم یہ معلوم کریں کہ اس نے انسانی فطرت کا کس و کس نہ تک پاس کیا ہے اور کیا ہے، اس سے انسانی زندگی کے فائدہ مند تقاضوں میں کس حد تک ہم پہنچے اور توازن BALANCED قائم کیا ہے اور اس کا

جاؤر کے متعلق بہ اطمینان نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کبیت میں متحدہ نہیں ڈالے گا۔

اب نفس شاعری کو لینے، قرآن سے اپنا موقف یا نکل واضح طور پر بتا دیا ہے۔ **الشعر آتبعہم العادون الذم نسر** **أحمد فی کل لیل یبصرون الحمد یقولون ولا یفعلون الا الذین آمنوا** یہاں وہ شعر اور ایسی شاعری ناپسندیدہ ہے جو گمراہی کا سبب بنے، ایسے شاعر جو زیادتی میں پھٹکے پھریں، جو قتالی کے بیگن کی طرح کبھی ادھر ڈھلک جائیں کبھی ادھر، ان کی عاری لئرترافی صرف لفاظی کی حد تک ہو، عمل سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔

ظاہر ہے ایسی شاعری اور ایسے شعراء انسانیت کے لیے کوئی افادیت نہیں رکھتے۔ بلکہ انہیں گمراہی کے جراثیم پھیلاتے ہیں۔

احادیث کے مطالعہ سے بھی یہی چیز واضح ہوتی ہے کہ نفس شعر گوئی متوجہ نہیں بلکہ شاعری تو اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے وہ جیسے چاہتا ہے دیتا ہے، ہر کس و ناکس شاعر نہیں ہو سکتا، اصل میں اس کا استعمال ہے جو اسے قلم یا بیج بنا لے، چنانچہ دار قطنی کی ایک روایت ہے **عن عائشة قالت ذکر عند رسول اللہ صل اللہ علیہ**

وسلم الشعر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هو کلام من عند حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر کا ذکر آیا کہ اچھا ہے یا برا ہے، آپ نے فرمایا شعر کلام ہے اسکا اچھا اچھا ہے اور برا ہے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ شعر کی اہمیت بھی اسلام نے تسلیم کی ہے۔ ان من الشعر حکمة اچھے اشعار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی سنے ہیں، بلکہ جطر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دوسری قومیں اور علامتیں اللہ کی راہ میں استعمال ہوتی جاتیں، اسی طرح شعر گوئی بھی اللہ کی امانت جو اسے اعلا رکھتا، حق میں استعمال ہونا چاہیے، چنانچہ آپ سے فرمایا عن کعب بن مالک انہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قد انزل فی الشعر ما انزل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان المؤمن یجاهد بسیفہ ولسانہ والذی نفسی بیدہ لکنما ترہونہم بما نفع النبل الخ۔

حضرت کعب بن مالک، روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر میں وہ (دقت) نازل کی ہے جو کہ ہے۔ پس آپ نے فرمایا کہ بے شک مومن تلوار اور زبان سے جہاد کرتا ہے، اور تم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم دشمنان اسلام کو شعر سے مارو گے، جطر تیرے مارتے ہو، البتہ ان شعراء کے متعلق سخت حدیں آتی ہیں جو گمراہی کا سبب بن سکتے ہیں، چنانچہ ایک جگہ فرمایا انسان کا پیش پیپ سے بھر دیا جائے وہ بہتر ہے نسبت اس کے کہ شعر سے بھر جائے، دسم، غرض یہ کہ اسلام شاعری کی اعانت دیتا ہے بشرطیکہ وہ گمراہ نہ ہو۔

مقوروی کے سلسلے میں جو احادیث آتی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں جاندار، اشیا کی صورت گری ناجائز ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ **لا تدخل لیلک بیتا فیہ کلب ولا تصا وید** اسی طرح ایک روایت حضرت عائشہ کی ہے، آپ نے ایک بچہ خریدنا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا، اور فرمایا کہ تصویر بنانے والے سخت عذاب سے دوچار ہوں گے، البتہ غیر جاندار کی تصویر کا جو از لٹا ہر جیہا کہ حضرت ابن عباس کی ایک روایت ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل مصور فی النہار یجعل لہ بکل صورة صورہا نفسا فیعد فیہ فی جہنم قال ابن عباس فان كنت لابدا ذاعلا فاصح الشجر اذ صالاب روح فیہ۔ متفق علیہ۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ معذور آگ میں ڈالا جائے گا اور ہر صورت کے بدسلو جاندار بنایا جائے گا جو اسے دوزخ میں عذاب دے گا، ابن عباس کہتے ہیں اگر ناگزیر ہو تو پھر دختوں کی تصویر بناؤ اور ان چیزوں کی جن میں روح نہیں ہے۔

اسی طرح موسیقی کے متعلق مجموعی طور پر روایات سناہنے آتی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے اسے ناپسند کیا ہے اور خصوصیت سے آلات طرب (Musical instruments) کو ناجائز قرار دیا ہے، مثلاً آپ نے فرمایا کہ لیکن من امتی قوم یسنتون الخ الخ لخریر الخیر لعلاد میری امت میں ایک ایسا گروہ

واقفیت رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ اس کی بنیادی دعوت اللہ
شُرک اور شہادت توحید ہے۔

اسلام کے نزدیک انسان کی تمام اخلاقی اور ذہنی باتوں
کی اصل توحید کا انکار ہے۔ دین اللہ میں عقیدہ کو حید کا ضابطہ
بنا کر کائنات جو ہم انسان میں فساد ظلم کا ہے، لہذا اسلام نے
پوری قوت اس طرف مرکوز کی ہے اور شرک کے تمام دروازوں پر
قدح لگا دیے ہیں، میری بات قطعی الثبوت ہے کہ شرک کی توحید
اور ایم میں صورتوں اور تصویروں کا نہایت اہم حصہ ہمارے درج
بھی موجود ہے۔ ایک تصویر ابتدا میں بڑی معصوم ہوتی ہے، لیکن
دفعہ دفعہ شعوری اور لاشعوری دونوں طریقوں سے اس سے عقیدت
بڑھتی جاتی ہے، جو باقاعدہ شرک پر منتج ہوتی ہے۔ لہذا اسلام
جو تکمیلی شریعت لیکر آیا ہے۔ ضرور ہے کہ اس پر پابندی عائد
آج کو ملت شرک سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی تصور پابندی سے
جو تلخ نتائج سامنے آئے ہیں ان میں اور سب سے علاوہ صرف احتلاقی
سیلاب کا بہاؤ تیز کرنے میں اس کا ہتھ بڑا ہاتھ ہے جو پھر پابندی
عائد کرنے کیلئے کافی ہے، آج اگر کوئی تحریک صرف اخلاقی سدھار
ہی کے لئے آئی ہوگی اس سے تشریح کے بغیر نہیں رہ سکتی پھر اگر
اسلام جس کی نظر پوری انسانی تاریخ اور تمام واقعات پر ہے۔

یہی حال اوسیقی کا ہے، انسان نے نولہ کے پتے ذرا بچا ہوا
کے ہیں، شاید اس میں موسیقی ازل نہیں ہے، انسان کو اس کے
مقصد زندگی سے غافل کرنے میں موسیقی بلا کا اثر ہوتی ہے، جو اس کے
چکر میں پڑا بس وہ اسی کا ہو کر رہ پاتا ہے، اس سے پھر کسی بڑے
مقصد کے لئے جدوجہد اور تسوہائی کی توقع عیب ہے۔

ایک انسان جو اپنی زندگی کا ایک بند اور سنجیدہ مقصد رکھتا ہے
اس کی نگ و دوسرے موسیقی کو کوئی نسبت ہی نہیں، انسان یا قیظ
دسارنگی کا ہو کر جیسا پھر ان لوگوں کی زندگی کو اسود بنانے کا جو پتہ
دنیا میں انقلابات رہا ہے ہیں، جنہوں نے اقدام بدل دیئے ہیں
جنہوں نے سیلاب کے رخ کو یک نخت پھر دیا ہے۔

یہاں سے فنون لطیفہ کے سلسلہ میں ایک بنیادی مسند
پیدا ہو جاتا ہے جس کا تعلق پوری انسانی تاریخ سے ہے، انسان
کی مہذب زندگی سے لیکر بیسویں صدی کے آئینی دور کی تہذیب تک

ہوگا جو حلال بنائے گا شرک، ختم شراب اور آلات مباحی کو نہ تازی
دوسری حدیث ہے

فشون ناس من امتی الخمر لیسوا فیہا یغیرا سمعہا یضرب علی
سرؤ سمہ بالمعازف والمغنیات یحسب اللہ لہم العز الا ان
ویجعل منہم القن وین المغنا شریہ۔ (رواہ ابن ماجہ)

دوسری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شراب پینے لگیں
اور اس کا نام بدل دیں گے اور ان کے سروں پر آلات طرب بکاسے
جائیں گے۔ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور انہیں بند اور
خزیر کی طرح ذلیل و خوار کر دے گا) عن عبد اللہ بن عمر ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم الخمر الطیبی
والکویبۃ والخبیر اور وحل مسکوح حرام۔ (رواہ احمد والبیہقی)
عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ نے شراب، اجوا، طہلہ، طنبور اور تمام نشہ آور اشیاء کو
حرام قرار دیا ہے۔

ایک روایت یوں آئی ہے۔ ان اللہ بعثنی رحمۃ وهدی
للعالمین و امرنی ان امحق الظلم میر و لکن اسرات یعنی البواہط
والبحا ذن و مالہ و ثبات النقی کا نقت تعبد فی الجسہ علیہ
رواہ احمد و بیہقی اللہ تعالیٰ نے مجھے عالم کے لئے رحمت اور ہدایت
بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں ظالموں کو جو جاہلیت میں
اور کبریات میں مستارہ آلات طرب اور ان جنوں کو جو جاہلیت میں
پوسے جاتے تھے، چنانچہ جو پھر علماء کی یہ ناسے ہے کہ فضاہت کبر
حرام ہے، البتہ ظاہر آئے طرب کے سلسلہ میں اباحت ملتی ہے، لیکن
جنہوں نے کما حقہ کے ساتھ اجازت دی ہے۔ اور جنہوں کے
تذریک احتیاج تھا کہ اس سے قلب پر وقت اور عجب فی
کیفیت ہوتی ہے جس سے شوق الی اللہ میں اضافہ ہوتا ہے۔

جہاں تک فن تعمیرات (Architectures) کا تعلق
ہے ہیں کوئی شخص ایسی نہیں مانتی جو اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہو
اس لئے ہیں اس میں کوئی قحاح نظر نہیں آتی۔

شہرہ مشہور من کی روشنی میں فریضہ اللہ کی تصویر ہم حال مدباح
معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اسلام نے جاندار کی تصویر
کشور اتنی شدت کیوں برتی ہے تو یہ بات اسلام سے شعوری بہت

دو بنیادی نقطہ ہائے فکری ہیں، اور پہلے تو ایک ماحصل انسانی تہذیب کی دوہی بنیادی قیاس ہیں، ایک اسلامی اور دوسری غیر اسلامی بالفاظ دیگر ایک تہذیب خدا پرستی، روحانیت اور اخلاق کو بنیاد قرار دیتی ہے، دوسری مادہ پرستی اور نگرہ ذورینت دنیا و مقصود قرار دیتی ہے، اسی بنیادی اختلاف فکر کی جھلک ہمیں فنون لطیفہ کے سلسلہ میں بھی نظر آتی ہے، مادہ پرستانہ تہذیب کی یہ انتہائے کمال ہے کہ اس میں بہت تراشی کا فن اوج پر تھا۔ اس تہذیب کے حاملین اپنی دیوی دیوتاؤں کی کھسکیاں تصویریں بنانے اور گرم کے تشبیہ و فرائز کے اظہار پر بڑے قادر تھے، چنانچہ ایسی صورتیں ڈھونڈ ڈھونڈ کے مماثلہ خاتون کی زینت بناتی جاتی ہیں، آج ایک عالم جہاں ان تہذیبوں کے دما ز نقطہ عروج پر فخر کرتا ہے، تو خاص طور سے یہ معلوم کرنی کی کوشش کرتا ہے وہاں رقص و سرود کو کہا مقام حاصل تھا۔ اس میں مشقیہ مناظر کی تصویر کشی کتنی ترقی پائی، لہذا اس کے نزدیک فلاں تہذیب بہت بلند تھی، کیونکہ نگرہ ذورینت کوشش میں اسے یہ طوطی حاصل تھا۔ فرض مزاج و کمال کا مادہ پرستانہ ذورینت لگا۔ اسلامی ذورینت لگا۔ سے جدا مشرقین کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلامی تہذیب کا یہ کمال نہیں ردال ہے کہ اسکی سرپرستی میں لذت پرستی اور عیش کو دیکھیں، اس کے در اقدار میں فحش سرود اور طبلہ و ساز گنگی جم لیں، گویوں اور بھانڈوں کو نہیں ملکیت الغامات تقسیم کر کے ان کی سرپرستی فرمائے، اسلام ات اپنے پیروؤں کے لیے انتہائی ذلت و شرم کا باہت رکھتا ہے، اسلامی مقام کا سرمایہ اتھار یہ ہے کہ کس حد تک لوگ اس کے زیر سایہ ذمہ دارانہ ذورینت گزارنے کی عادی ہوئے، کس حد تک لوگ اللہ اور بندے کے حقوق ادا کرنے لگے، کہاں تک ظلم و جبر اور غیاشی اور غریانی کا قطع تیغ ہوا، کس حد تک لوگوں کے ظلم و حکمت اور قوت خود و فکر میں ترقی ہوئی، اسلامی تہذیب اپنی ترقی کا دہرہ محمد شاہ رو گیلے یا داہد علی شاہ کو نہیں سمجھتی۔ بلکہ اس کی انتہائی ترقی کا دہرہ صلیبی اکثر ازمہ رنارون رہا کا دہرہ سعادت ہے۔

کسی بھی تہذیب کا ایک بنیادی فکر ہوتا ہے۔ جو دراصل

اس کی تمام تمدنی ترقیوں کا محاسبہ، تمام تمدنی مظاہر اس بنیادی مقصد کے حصول میں معاون ہوتے ہیں، ایک مادہ پرستانہ تہذیب میں عیش و عشرت مقصود بالذات ہیں، انھیں کا حصول اس کا منتہیائے کمال ہے، لہذا فنون لطیفہ کی ترقی ذات خود کا مقصد ہے۔

لیکن اسلام اپنے سامنے والوں کے سامنے یہ طبع نظر نہیں رکھتا کہ حکومت حاصل کرنے کے بعد ذوق جمال کا نام لیکر بجائے خلق خدا کی خدمت کرے، تن پرستی میں لگ جائیں۔ بلکہ وہ صاف صاف کہتا ہے الذین مکنتھم فی الاصل الاصلو العتق لکونہ و التوالی لکونہ و اصروا بالما معروف و انہو اعن المنکر۔

البتہ ایک سوال یہاں پیدا ہو سکتا ہے جو اکثر ذہنوں کو پریشان کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ گویا اسلامی حکومت میں انسانی ذہن کی آسودگی (Recreation) کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہ سکتا جو کہ ایک فلاں نظریات ہے۔ لہذا اسلامی عظامت کی عمر خود بخود کم ہو جاتی ہے یا پھر اسلام ہمیں صدیوں پیشرو کے ذورینت کی طرف دیکھنا چاہتا ہے۔

جہاں تک ذہنی تقویت اور آسودگی ہم پہنچانے کا سوال ہے تو بہر حال اسلام اسے نظر انداز نہیں کرتا، خود اسلام نے اپنے زمانہ آغاز میں جو مختلف و منبذہ دیکھے تھے ان کی اجازت بلکہ جو عہد اخراجی کی ہے اور آج بھی وہ تمام باتیں جو عہد و اسلامی سر تقاضا نہ کریں انھیں اختیار کرنے کے ہم جاز ہیں، اسلام انسان کے فطری حقوق پر ڈاکے نہیں ڈالتا۔ لیکن بہر حال ایسا ہی نہیں ہے کہ اس کے سامنے انسان کے تمام فطری تقاضے کسی ایک چیز میں سمٹ گئے ہوں، وہ تمام تقاضوں میں کمال ہم آہنگی اور توازن قائم کرتا ہے، ایک تقاضہ پورا کرنے کی اس حد تک اجازت دیتا ہے جہاں تک دوسرے تقاضے فرم نہ ہوں اور حقیقی معنوں میں فطری تقاضے پورا کرنے کا یہ ایک فطری طریقہ ہوگا۔ اسلام نے فطری تقاضے سے جہل (Ignorance) نہیں برتا ہے، بلکہ فطری مطالبات کو صحیح رخ پر دیکھ کر دہرہ بلا ضعیف حقیقی روحان بھی انسان کا ایک فطری داعیہ (urge) ہے لیکن شایہ نظرت کے اندر فطریوں کے عہدہ دوسرے کوئی قول

تین ہے۔

تفصیلات کا یہ حصہ دل نکل نہیں ہو سکتا تاہم ملن طور پر اتنی بات کہی جا سکتی ہے کہ جمالیات کا میدان بہت وسیع ہے۔ صرف فلم ایکٹر صوبوں کے فوٹو ایٹن تراشی ہی سے اس کی تسکین نہیں ہوتی فطرت کے مناظر (Natural Sceneries) بہت اعلیٰ درجہ کا جمالیاتی حسن رکھتے ہیں، اسے اور زیادہ ترقی بھی دی جا سکتی ہے، دراصل اسلام نے چند مشخص صورتوں کے علاوہ ہمیں جمالیاتی ذوق کی تسکین سے نہیں روکتا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس پہلو سے فائز مطالعہ کیا جائے تو یہ بات صاف طور پر معلوم ہوگی کہ آپ نے عربوں کی غیر موزن بدویانہ زندگی میں بھی کئی حد تک جمالیاتی ذوق (Aesthetic Sense) پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، شاعری کا میدان بھی بہت وسیع ہے تو تم کے ساتھ اچھے اشعار پڑھے جا سکتے ہیں، فن تعمیرات (Architecture) میں بھی حسن پیدا کرنا اسلام کے نزدیک ناپسندیدہ نہیں، غرض اس طرح ہم خود کریں تو ایک طویل فہرست ہو جائیگی جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اسلام نہ صرف یہ کہ اس ذوق کو پھیل دینا نہیں چاہتا بلکہ اس کی پوری قدر کرتے ہوئے اپنے عام اصول کے مطابق اس کے مضبوطی سے نہیں بچانا چاہتا ہے۔

آخر میں اس بحث کو تمام کرنے سے پہلے ایک اور بنیادی حقیقت پر غور کر لینا ضروری ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ جو مقدمہ یا بنیادی افہام نے اس سلسلہ میں حادثہ کی ہے وہ کتنی ضروری ہے، انسانی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیجئے اور بتائیے کہ مغربیوں نے ان دوروں کی تہذیبیں اپنے زمانے کے وقت کن چیزوں میں شمول نہیں دے دی تھیں اور ہندوستان کی مغل حکومت جو کبھی اتنی مستحکم تھی کہ کوئی دشمن اس کی طرف نظر نہ لگا کر دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن جب اسے صفوی عربوں کی قبائلی اور تاجر قبیلوں کے لوگ بھی اپنی ہوس اقتدار کا نشانہ بنانے لگے۔ اس وقت مغل امراء و مسلمانوں کے لئے کیا چیز یا عث کشش تھی۔ آپ ایک ہی بات پائیں گے کہ وہ ہستیاں جو قوم کے سیاہ و سفید کی ناک تھیں وہ لوگ جن کے کندھوں پر قوم کی منسلح دہک و کارا امانت تھا وہ بوائے اپنا فرض سمجھی، داکر کرنے کے ذمے کاٹھے پسینہ

انسان جو سماجی اور عمرانی حقائق کا علم رکھتا ہے، اس بات کو صحیح نہیں سمجھتا کہ سوسائٹی کے اندر ہر فرد کو اس بات کی اجازت ہونی چاہئے کہ وہ اپنے اس فطری مطالبہ کو جس طرح جہاں چاہے پورا کرنا چاہئے، ہر شخص اسے فطری مانتے ہوئے بھی کچھ حدود و قیود کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ اس نے سب سے سے ایسا بھی نہیں کیا کہ یہ کہے کہ سنیاسی بن جانا انسانیت کا کمال ہے، اور نہ بالکل جھوٹ دے دے، بلکہ اس راغیر کی تسکین کے لئے رشتہ خدا بہت قائم کیا جو اس فطری مطالبہ کو پورا کر سکیے ساتھ ساتھ اس کے مقصد سے بھی کمال درجہ کی ہم آہنگی رکھتا ہے بس یہی حال دوسرے فطری مطالبات کا بھی ہے کہ اس نے صحیح رخ اور صحیح طریقہ متین کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ آج جب ہم ایک رائج اور تہذیبی نظام میں رہتے ہوئے کسی دوسرے نظام کی باتوں کو سوچتے ہیں تو وہ غیر عملی (unpractical) معلوم ہوتی ہیں بلکہ بعض لوگوں کو تو عجیب نظر آتی ہیں، حالانکہ جب ہم گہرائی میں جھانک کر پورے نظام کے ساتھ غور کرتے ہیں تو اس میں بھی نہیں بھینسی معلوم ہونے لگتی ہیں، آج دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ ہماری ذہنی سطح اتنی بلند ہو چکی ہے کہ غیر نفس و سرور یا مینا فخر و ریشا کے ہم ملین نہیں ہو سکتے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ آج کی بہت سی ضرورتیں تو جان بوجھ کر پیدا کرائی گئی ہیں، جنہیں آسانی سے ختم بھی کیا جا سکتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ جو اسلامی نظام حیات میں سب سے ہوسے ہم متبادل استیبار (stark) پیدا کر سکتے ہیں، انسانی فطرت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی کوئی یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ اس کی تسکین کے لئے وہی ذرائع ہر حال میں ناگزیر ہیں جو مغربی تہذیب نے فراہم کئے ہیں۔

اس طرح یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اسلام ہمیں صدیوں پیچھے کے تاریک دور کی طرف دھکیں دے گا۔ کیونکہ خود آغاز اسلام کے زمانے میں قیصر و کسری کی تہذیبیں عروج پر تھیں اور وہ ان نفس و سرور ہی تھا، لیکن اسلام نے انہیں ٹھکرایا اور اسے ماحول کے قابل حصول ذرائع کو جو اسلامی سہرت سے مستحکم نہیں رہتے تھے برہنہ کر دیا، چنانچہ آج بھی اس ماحول کو برتتے ہوئے کوئی چیز مانع

کافی ہوئی دولت سے داد عیش و سرور سے رہے تھے، عوام تباہ ہو رہے ہیں، لیکن انہیں جمالیاتی سن کی ولایت کی مجلس فرست نہیں۔ قوم کا پیسہ بخرنا نہیں صرف اس سے جمع ہوتا ہے کہ سے قوم کی پیسہ میں صرف کیا جائے گا اس کا یہ حال ہو کہ لاکھوں انسان دولت کی روٹی کے لئے ترس رہے ہوں مگر اس روٹی کو "نون لطیف" کی ترقی پر خرچ کیا جانا ضروری ہے تاکہ با اقتدار لوگ اپنی حرموں و ہوا کو تسکین دے سکیں۔ اور عوام کو یہ قبلی و بکر سلا دیا جائے کہ ملین رقوم ترقی کر رہے ہیں، ملک کے رخاص دوست ملک کو اپنے کرتب دکھا کر چارہ سرا تھا رفتار بند کر رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان نون میں قوم کا عد سے زیادہ مستغرق ہونا اور قوم کا زمان لازم و ملزوم چیزیں ہیں، ایک قوم جب اس میں بری طرح پھنس جاتی ہے تو پھر اس سے لگتا اس کے لئے مشکل بلاجائز ہے، اس کی قوت، عقائد و عبادت تمام دے دیتی ہے، ایسکے بعد اس کا ذمہ دہنا حال ہوتا ہے، اس کی مثال انسانی تاریخ کے اوراق پر جابجا بکھری پڑی ہے، قوم اس وقت تک ترقی اور ترقیہ حاصل کرتی ہے جب تک اسکے سامنے ذمہ حقیقتیں ہوتی ہیں، اس میں حوصلہ اپنی بات سمجھنے کی قوت ہوتی ہے ورنہ حلوہ سازگی کے بعد جو کہوت کا پہلا لگ ہیں سوائے طاقت انجوتی تا ذمیر، تاکی اتم کیا ہے # شش و ستاں اوقا میں وہاں باغ و چمن

اسم قوم اس وقت تک

اپنی سہ سالہ زندگی پر "تن کھن" کی شاندار پیشکش

سالنامہ ۱۹۵۶ء

ماہیچ ۱۹۵۶ء میں منظر عام پر آیا ہے

یہ اشاعت خاص پیش بہا علمی مقالات دلچسپ مضامین اور اصلاحی افسانوں کے علاوہ تعمیری غصہ نون اور املائی نظموں پر مشتمل ہوگی۔

اس کے اوراق پر صغیر کے مشاعرے، اہل قلم اور ادیبان کے نظر کے بہترین مضامین سے آراستہ ہوں گے۔ جناب حسن دارتی کا لیسٹ مقالہ علمی "ہنکو نسیم گونامی نسر باؤزیں" خاص طور پر اس کی قیمت ہے جس میں ادا دم تا میں ہم پیش ہوئے واقعات پر خالص تاریخی نقطہ نظر سے بیجاگ تبصرہ کے امت کے زوال کے اس پر روشنی ڈالیں گے اور آخر میں مجوزہ مواد پیش کیا گیا ہے۔ دیگر عنوانات اور اہل قلم حضرات کے اسماء گزینی کا اعلان مختصر یہ کیا جائے گا۔ بہترین کتابت اور اعلیٰ طباعت سے مزین تقریباً ڈیڑھ لاکھ صفحات پر مشتمل ہوگا۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ مستقل خریدار حضرات کی خدمت میں یہ سالنامہ مفت روانہ ہوگا۔ قیمت سالانہ چار روپے۔... فی پر چہ آسنے۔ (بصارت میں توسیل رقم کا پتہ، اشتیاق بکڈ پورڈیو بینڈ ضلع سہارنپور)

دستبر ماہنامہ "تذکرہ" - آرام باغ، کراچی

قصور

از: جناب شفیق فقیر پوری

تمہیں شکر کا تہمت ہے میں نے پھینکے ہیں سزا حق پر تو تلخ نوح
 عوام بیدار بھڑ ہے میں خواہ میں بے گلی ہے پیدا
 جہاں میں گھونٹے کھنڈ کے معیار کا تعین کیا ہے میں نے
 اٹھا دیا ہے مری صداؤں نے قصور والوں میں ایک طاں
 وجود میرا تمہاری پر کیف راحتوں میں منسل ہوا ہے
 تمہاری زردیں فریب کا: ای کا چاک پر وہ کیا ہے میں نے
 قصور میرا فقط ہے اتنا غلط بتایا غلط کو میں نے
 مرے خلوص اور "تلخ گوئی" کی تاباں آخر نہ لاسکے تم

تمہارے بھر سکوں میں جنکی تو اسے برپا ہے اک ظالم
 صدائے نا توں ہو رہی ہے اذان حق کی صداؤں میں گم
 مرے خیالات کی نمونے شعور عالم نکھڑا ہے
 مرے عزائم کی گود سے انقلاب تازہ ابھڑا ہے
 نشا طہمتی نے تنگ کر دی ہیں تم پر عیش مطرب کی راہیں
 تمام انساں سمجھ چکے ہیں تمہاری سحر کن لگا ہیں
 جنوں کو میں نے جنوں ہی سمجھا کر دکو میں نے خروہی جانا
 اٹھالیا اپنے دوست انصاف میں تشدد کا تازیانہ

افضل البشر

شمس نوید

حق کے کھونے ہوئے عرفان کی تکمیل ہوئی
 ان کی تخلیق سے انسان کی تکمیل ہوئی
 جس نے جس نے جس نے جس نے جس نے جس نے
 کس کے کردار سے "ستراں" کی تکمیل ہوئی
 نفس معکوم بنا رازا لو جہتتہ کا...
 جسم کی راہ دل و جان کی تکمیل ہوئی
 عجبہ شوق کو ذی عرض و عینا کی تقدیر
 عجبہ انسان کی نئی مشاں کی تکمیل ہوئی
 آپ کا ذکر حسین زمر میں تکمیل و فرماست
 آپ کے نام سے مشاں کی تکمیل ہوئی
 زندگانی کے افق پر جسے آخریں طلوع بھی انجام سے عنوان کی تکمیل ہوئی

شہر محبوب

تاج الدین احمد انگری

یاد مینہ کی پاک بستی ہے ہر طرف روشنی پرستی ہے
 رحمت حق کی بچوں ہو اس پتلا رہے حبیب خدا کی بستی ہے
 سے تنگ شہر سے دیار رسول آنکھ تپنے سے لڑتی ہے
 سبز گنبد کے آون کے کنگے جو بلند ہی ہے وہ بستی ہے
 وہ بلائیں وہاں تو ان کا کرم کیا ہم اور کیا ہماری بستی ہے
 خاک اور آرزو سے عالم پاک مسیری تقدیر چھوڑتی ہے
 حرف آگ گزرتی ہیں یہاں دل جان بھی دے کر طے توستی ہے
 پائے رہو اور شوق کو مارے صرف زنجیر تشدد سستی ہے
 شہر محبوب کون ہو محبوب یک کمال و ستار بستی ہے
 جام عشق غبی سے ہوں مرشد
 سب سمجھتے ہیں سے کی کمی ہے

مخصوص مقوی وائیں اور ناشتے

باب الحوت ... ازہم حکیم محمد عظیم زبیری امر دہرہ ... خلع مزاج باد

میں زیادہ مفید ناشتے کرنا چاہیں تو مجھون زنجبیل ایک تولہ میں ایک انڈے کی کچی زردی خوب ملا کر اقل کھائیں اور اسے دودھ غیر گرم دودھ یا زیادہ دودھ کی جگہ پی لیں، مجھون زنجبیل قہقہ کی کمزوری دور کرنے میں اپنا حجاب نہیں رکھتی، یہ میرے یہاں تیز رفتاری سے ہندو خوردگ مجھون کی قیمت مع حصول یا پھر دوسرے ہوتی ہے مجھون زنجبیل کے علاوہ ایک اور مقوی ناشتہ یہ ہے۔

شکر مہری چستی ہر تولہ دار چینی ہر تولہ سوٹھ ہر تولہ خولتان مصطفیٰ رومی اصلی ہر تولہ کا ہر ایک سفوف بنا کر رکھ لیں، صبح کو ایک تولہ یہ سفوف بیکر ایک انڈے کی کچی زردی میں ملا لیں اور بقدر ذائقہ شکر ملا کر اقل کھالیں اور پھر سے غیر گرم دودھ شہد شامل کر کے پی لیں زیادہ دودھ کی جگہ بھی پی سکتے ہیں، ادھیڑ اور ٹوڑے آدی جڑ کی کر اور جڑوں میں درد رہتا ہو اور تھوڑے سے محنت کے کام ہو تنگ جلتے ہوں، مات کو بار بار پیشاب کو اٹھانے کا جو جسم میں کمزوری محسوس ہوتی ہو تو مجھون زنجبیل سے فائدہ اٹھائیں، دھوکہ والی چیز جہیں سے کھائیں گے تو معلوم ہو گا کہ مردہ، ہضاب میں کبلی کا کرش دور ہو گیا ہے۔

جن نوجوانوں نے صحت سے لاپرواہی اور بد اعتدالیوں کے باعث اپنی تندرستی کو بگاڑ لیا ہے، مخصوص مردانہ مشہور بیماری کے شکار ہیں تو ان کو چاہئے کہ اپنا اصولی یا قلمدہ علاج کریں، اگر بات عدہ علاج کرنے میں دشواری ہو تو ذیل کا نسخہ تیار کر کے استعمال کریں، کم خرچ ہالائشیں ہے۔

مرد اگر کسی مخصوص مرض کا شکار نہیں ہیں تو وہ اسپنے مزاج اور حالات کے مطابق دودھ چلتے، انڈوں یا گاجر کا حلوہ، پھل شکر قند کی کھیر، ہاجرہ کی روٹی کا طبلہ وغیرہ میں کوئی چیز بطور ناشتہ استعمال کر سکتے ہیں، سب سے بہتر ناشتہ ہے کہ ایک پاؤ انڈوں کی زردی خوب پھینٹ کر ایک بڑا چمچہ خالص شہد ملا کر اقل کھالیا جائے اور پھر سے گرم گرم دودھ پاؤ بھرنی لینا کافی ہے، دودھ کو انڈے اور شہد کے مرکب میں بھی ملا سکتے ہیں، جبکا پاضمہ کمزور ہو ان کو نیم برشت انڈا زیادہ مفید برتا ہے، اگر اس سے

مرد مرد اگر کسی مخصوص مرض کا شکار نہیں ہیں تو وہ اسپنے مزاج اور حالات کے مطابق دودھ چلتے، انڈوں یا گاجر کا حلوہ، پھل شکر قند کی کھیر، ہاجرہ کی روٹی کا طبلہ وغیرہ میں کوئی چیز بطور ناشتہ استعمال کر سکتے ہیں، سب سے بہتر ناشتہ ہے کہ ایک پاؤ انڈوں کی زردی خوب پھینٹ کر ایک بڑا چمچہ خالص شہد ملا کر اقل کھالیا جائے اور پھر سے گرم گرم دودھ پاؤ بھرنی لینا کافی ہے، دودھ کو انڈے اور شہد کے مرکب میں بھی ملا سکتے ہیں، جبکا پاضمہ کمزور ہو ان کو نیم برشت انڈا زیادہ مفید برتا ہے، اگر اس سے

گرم، ترش، بادمی چیزیں سبیل، گڑ، چائے استعمال نہ کریں، گوشت، بیڑی، سگریٹ کے کثرت استعمال سے بھی پرہیز رکھیں غذا میں پالک، شلغم، ٹنڈا، مونگ کی دال، گاجرو، دودھ، ممکن بالائی، گھی و جیل زیادہ استعمال کریں۔

جن بیماریوں کے عہدیدہ حالات ہوں وہ اپنا مفصل حال شاکستہ افکار میں لکھ کر مفت مشورہ حاصل کر سکتے ہیں، لیکن جو اب کے لئے لگانا نہ یا حکمت آنا ضروری ہیں۔

ایک بات یہ نوٹ کر لیجئے کہ کمزور آدمی کو سب سے پہلے نندرتنی کو بہتر بنانے والی غذاؤں کو ترجیح دینا چاہئے، یاد رکھیے غذا جس قدر سادہ اور سستی ہوگی اتنی ہی جلد بخیر ہو کر خون حلال پیدا کرے گی۔
پتھر، پیٹ، عظم، زبیری امر، ضلع، مروا، آب

نفس کے اجزاء یہ ہیں۔
 قلب مصری پتھری تولہ، رومی مصطکی تولہ، رومی سفید تولہ۔
 تخم نمر ہندی دربرہ شیراز تولہ، سیوس اسغول تولہ، شکر خام بغیر مصلح کی امر تولہ۔ سب کا سفوف بنا لیں امر ماشہ ایک تولہ بالائی رومی شہکی زبیری میں ملا کر اول کھائیں اور پھر سے غیر گرم دودھ پی لیں، اگر کسے زوری زیادہ ہو تو ایک انار کے کی زوری بھی دوائیں ملا سکتے ہیں تخم نمر ہندی مدور کر نیکی ترکیب یہ ہے کہ پانچ تولہ تخم لیکر آدھا تو بکری کے دودھ میں یا گائے کے ۲۲ گھنٹے ترکریں اس کے بعد دودھ نکال کر تازہ دودھ ڈالیں وہ چل سدن تک کریں پھر آٹھوں روز تخم نمر ہندی کا چھلکا اتار کر سانسے میں خشک کر کے باریک کرٹ لیں۔ اس دو کو کم سے کم چالیس دن روز استعمال کریں۔

”گناراش“

(ادھتوان پستی، منگوری)

”حالات“
 صرف تجدید محبت سے کیا ہے انکارا
 یہ غلط ہے کہ محبت کا مجھے پاس نہیں
 مجھ کو معلوم، زمانے کے تقاضو کیا ہیں
 اور تجھے آج کے حالات کا احساس نہیں

”گناراش“
 ندرائے وقت پر لبیک کہرا ہوں میں
 مجھے نہ بزم تصور میں آ کے تڑپاؤ
 نئی حیات کے نقشوں میں رنگ بھرنا ہے
 فدا جنداکے لئے تم ابھی زیاد آؤ

”مشورہ“

”ماحول“
 یہ اور بات کہ تو شاد کام ہے اسے دوست
 غلط خیال ہے اب کوئی سوگوار نہیں
 ابھی نہ دیکھ محبت بھری نگاہوں سے
 ابھی حیات کا ماحول سازگار نہیں

”مشورہ“
 کوئی رہبر نہ کوئی جادہ ہے
 درق کائنات سادہ ہے
 آبدل دیں حیات کے نقشے
 میرے محبوب کیا ارادہ ہے

کتاب کے کھولنے

(مستقل عنوان)

تہذیب و تمدن

(ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں ورنہ تبصرہ نہیں کیا جائے گا)

اہم ترین ثابت ہو، چنانچہ فیض الہادی سے علامہ انور شامی کی وہ عبادت بھی نقل کی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترمذی کے بعد ابن ماجہ کا ہی درجہ ہے۔

یہ امر اگرچہ بعض طبائع پر گراں ہوگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحاح میں درجات و مراتب کا تعین وحی کے ذریعہ نہیں ہوا جو ہمیں کلام کی گنجائش ہی نہ ہو۔ ایک صاحب مسلم نقاد کو اختیار ہے کہ صحیحی و مقبولیت کے ساتھ اس باب میں اپنی ذاتی رسلے پیش کرے اور اس اختیار کو نفع حاصل مؤلف نے بڑی متانت و ثقافت کے ساتھ سمجھایا ہے، کوئی شک نہیں کہ ابن ماجہ پر یہ کتاب اپنی نظیر آچھی اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے اور خدمت دین کی دائرہ تو فی عطا فرمائے۔

ناقدی ہوگی اگر ہم اس موقع پر شکر کا شکر ادا کریں صحیح المطالع حسن طباعت و کتابت میں بڑی اچھی روایات کا مالک خصوصاً کتب عربی کی اشاعت میں اس کا ہنگ و دو اور سابقہ مشہور قاصد و عام ہے، سب سے بڑی مشکل جو کتب عربی کی اشاعت میں ہوتی ہے وہ ان کی تصحیح کا اہتمام ہے، بعض ناشرین کتابت و طباعت کے قصور ہی انتظام کے باوجود تصحیح پر کئی حقہ توہ نہیں دیتے جس کا نتیجہ بیک حد خراب ہوتا ہے، لیکن صحیح المطالع نے اس پہلو سے کبھی سے لڑھی نہیں رتی اور بخاری جیسی ضخیم کتابت کو قابل تحسین جمعیت کے ساتھ شائع کیا، پیش نظر کتابت بھی تصحیح اور کتابت و طباعت کے اعتبار سے قابل تحسین ہے، اور ہر ناشر سے استدعا کریں گے کہ بازار میں صحیح بخاری اس وقت آجیاً

● مؤلف: جناب عبدالرشید نسائی۔

● شائع کردہ: نور محمد اصح المطالع و کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

● بڑے سائز کے ۵۶ صفحات۔ کاغذ کھائی چھپائی معیاری قیمت دو روپے۔

یہ کتاب تاریخ حدیث، کتابت حدیث، تدوین حدیث وغیرہ کی محققانہ بحث کے علاوہ، کئی کئی بار کے جہد و کوشش کی نفاذ پر مشتمل ہے۔ علوم حدیث پر یوں تو مختلف دوروں بہت سی کتب ہیں لکھی گئیں، کافی دقیق و جامع کتاب نہ نکالنا پوری کی "معرفت معلوم حدیث" ہے، لیکن پیش نظر کتاب میں مؤلف نے جو انداز تحقیق اختیار کیا ہے اور جس سلیقہ سے بڑی بڑی بحثوں کو جامع و منظر افغانا میں سمجھایا ہے وہ اپنی نظیر آپ سے سچ مشق کے مؤلفین کی تاریخ اور صحاح ستہ کے ذمہ دارانہ بیعت پر ناقدانہ بحث کرتے ہوئے مؤلف نے شہد میں کے علاوہ مباحث میں اہل علم سے بھی مدد لی ہے، چنانچہ علامہ شہیر مولانا افرشہ صاحب کی کتب سے استفادہ کرتے ہوئے بیعتی عبارات فیض الہادی عرف الشذی اور ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے نقل کی گئی ہیں، اس کے بعد نظام امام ابن ماجہ شہرہ جی رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ کو صاحب طر قریب زبیر ان نرنا یا ہے اور اس بات کی سعی بھی کی ہے کہ ابن ماجہ کا ترمذی و مقام صحاح میں

ناپاب ہو گئی ہے، وہ ایک بار پھر سے شائع کرنے کا اہتمام کریں۔ بیشک کام بہت دشوار، مہم اور محنت طلب ہے، لیکن اس وسیع ذرائع ترقی یافتہ کاروبار اور شعور و سنیقہ کیلئے ناممکن نہیں ہے۔

تاریخ ادبیات عربی | مؤلف: - جناب سید ابوالفضل ایم۔ اے (دعوتنامہ)

● شائع کردہ ہے۔ "مسبب" کتاب گھر، فوجت منسزل حیدرآباد دکن۔
 ● صفحات ۳۱۲، ناول سائز، کتابت عمومی، چھپائی قیمت ۲۰ روپے۔

حیدرآباد کا ادارہ ادبیات، اردو ادبی مطبوعات کے لیے کافی مشہور ہے، یہ کتاب بھی اسی کے سلسلہ مطبوعات کی ایک کڑی ہے، مؤلف نے بڑی تحقیق کاوش اور محنت سے ادبیات عربی کی تاریخ مدون فرمائی ہے، جس کے ضمن میں اسلامی ادبیات عربی کا بھی مفصل ذکر ہے، لیکن پھر اس قدر سے اکتفا نہیں کیا ہے اور مزید پھر میں یہ کتاب ایک اچھا نمونہ قرار کرتی ہے۔

اسلامی تہذیب اور اسکے اصول و ضوابط

● از سید ابوالاعلیٰ مودودی ناشر: - اسلامی مکتبہ عربیہ
 ● بی کلاس، معظم پورہ، حیدرآباد دکن
 ● کتابت و طباعت متوسط
 ● صفحات ۳۱۱، ناول سائز

قیمت دوا سے آٹھ آنے۔

یہ کتاب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو اب سے بیس یا بیس سال پہلے ترجمان القرآن میں اس وقت شائع ہوئے تھے۔ وہ حیدرآباد دکن سے نکلتا تھا، ویسے یہ مضامین مختلف اشاعتوں میں پندرہ نکالات شائع ہوئے، لیکن پہلے باجمعیہ دہلاؤ اور تقاضا موضوع کے اعتبار سے ان کا مجموعہ طبع شدہ ایک اچھے اور اچھے کی کیفیت رکھتا ہے، جس میں بڑی معقولیت اور خوبی کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ اسلامی تہذیب، کیا ہے، کن عناصر سے بنتی ہے، کیوں کہ جو بنی ہے، دوسری تہذیبوں کے مقابل میں اسکی خصوصیات کیا ہیں

دغیرہ۔

اس کتاب سے یہ حقیقت پرورہ واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اسلام کو ایک نظام حیات اور دستور کائنات محض نمونے کے طور پر نہیں کہتے، ان کے اس ادعا میں وہ فیض برستی شامل ہے، جو آج کے بہت سے مدعیان اسلام میں نمایاں نظر آتی ہے، بلکہ وہ شروع ہی سے ایک واضح تصور، محکم یقین، خیر بہم شعور اور مربوط تخیل، اسلام اور نظام اسلام کے بارے میں رکھتے ہیں، وہ جو کچھ کہتے ہیں اسے علم و عقل کے دلائل سے ثابت کرنا ان کی ہمیشہ کی عادت ہے، اور ان کا طرز استدلال شروع سے ان کے اس یقین و استحکام کا آئینہ دار رہا ہے جو انھیں اسلام کی برتری اور قرآن و حدیث کی عظمت کے بارے میں اللہ نے دیا ہے، مغربی علوم کا عیب بھونکنے کبھی نہیں مانا، بلکہ عامۃ المسلمین کے دل دومان سے یہ آسیب اتارنے میں ان کا قلم ہمیشہ بہت تیز رہا ہے، چنانچہ پیش نظر کتاب میں بھی اسکی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

اسلامی تہذیب کے ممکنہ تقارن، اس کی تعمیر و تخلیق اس کے اثرات و نتائج اور دیگر متعلقہ امور کی تفہیم و تشریح کے سلسلہ میں پڑھنے کا عمدہ مضامین آگے ہیں، مثلاً ایمان یا اللہ کی حقیقت، ایمان یا رسول کے حدود و ایمان یا کتب کا مفہوم، ایمان یا یوم الآخر کا منشا و مراد، نظریہ تنازع پر تنقید، قیامت کی تفصیل وغیرہ۔

جو دل و دماغ مغربی انداز فکر اور غیر اسلامی امور سے اس حد تک متاثر ہیں کہ کسی بھی حقیقت کو وہ عقلی استدلال کے بغیر قبول کر سکیں، وہ تیار نہیں اور جو علوم مغربی کی چینی اصطلاحات، ناہر فریب استدلال، اور کتب طرف نظر منکر سے دعوے ہوئی کے علاوہ علوم اسلامیہ کا مفصل علم نہیں رکھتے ان کے لیے یہ کتاب بہت خاص چیز ہے، وہ اگر سنجیدگی اور معقولیت کے ساتھ اسے ملاحظہ فرمائیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ تہذیب و تمدن، انسان، اور اسکی اور تمدن کی ادنیٰ امری عمارتوں، جو شکل یا رنگ، بیشتر لوگوں، لباسوں اور فرنیچر کی نام نہیں، تہذیب و تمدن محض تاشی، الفاظ، مصنوعی اخلاق

اور نکل پالش کا نام ہے، مگر اس کی حقیقت اس کی تفصیل اور اسکے حدود و اجزاء کچھ اور ہیں۔

تبلیغی سید

یہ کسی کتاب کا نام نہیں بلکہ بارہ کتابوں کے مختصر تعارف کا عنوان سمجھ لیجئے۔
 یہ بارہ چھوٹی چھوٹی مختلف کتابیں ہیں جن کے مصنف جناب مولانا سید ہاشم صاحب ہیں اور جو مختلف دینی موضوعات پر مشتمل ہیں، الگ الگ ہر کتاب پر پتھرہ وقت طلب ہے مجموعی طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ ان دینی موضوعات پر فاضل مصنف کا کلام نہایت دلنشین اور اثر انگیز ہے۔ کتابوں کے نام یہ ہیں شیطاں کے فریب ۳۲۔ عید و تبران اور مسلمان ۴۲۔ بیمار قوم اور اس کا علاج ۵۲۔ قرآنی قوانین اور انہماقی فیصلے ۴۲۔ اسلام عملی مذہب ہے ۴۲۔ اسلام میں منظام اطاعت ۵۲۔ اسلام عقل و تجربہ کی روشنی میں ۴۲۔ اقلیت و اکثریت ۴۲۔ فطرت و اعتقاد ۳۲۔ ثواب و عذاب ۵۲۔ جہاد و قتال، غلام اور کفر میں بیباغ ہدایت ۴۲۔

گو یا بارہ کتابیں ہیں رو سپہ گیر آئے ہیں۔
 ناشر:- "اسکتیہ" اندرون کھٹا ڈاکو کیٹ۔ بیونہام ردو۔ کراچی۔

مثنیٰ کتاب

نام پور۔ یو پی۔
 مکتبہ جماعت اسلامی ہند، مسلمان بچوں کی تعلیم کے لیے مدت سے جو نئی نئی کتابیں شائع کر رہا ہے وہ محتاج تعارف نہیں ہے۔ یہ مثنیٰ کتاب "اس سلسلہ الذہب کی ایک کڑی ہے، بلکہ کڑی کیا اسے پہلا "کسٹڈیو" جو تجزیہ کے مرحلے میں لگا یا جاتا ہے، کتاب کا مقصد خود مؤلف کی زبان سے سننے "مثنیٰ کتاب" کا مقصد بچوں کو بات عدہ لکھنا پڑھنا سکھانا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کام تو چھ سال کی عمر کے بعد ہونا چاہیو یہ کتاب تو چھارہ پانچ سال کے بچوں کے لیے اس مقصد سے تیار کی گئی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ لکھنے پڑھنے کی طرف راغب ہوں، کتابوں سے ان کی دلچسپی بڑھے، تعلیم کو ایک دلچسپ

مشغلہ سمجھنے لگیں، صفحات پر پڑھی ہوئی تصاویر اور الفاظ پر نگاہ جمنے لگے، قوت مشاہدہ کی نشوونما ہو، اور ضمناً حروف تہجی کی آسان تشکیل ان کی آواز میں اور آسان الفاظ کی شناخت ہو جائے۔ نیز کچھ شگفتہ اور مفید فقرے زبانی یاد ہو جائیں۔ اس تعارف کے بعد بس ہمیں آتنا ہی کہنا ہے کہ کتاب خوشنما رنگین تصاویر اور ایسے مفید فقروں پر مشتمل ہے جو بچوں کے ذہن و دماغ کو اسلامیات کی طرف راجع کر دے اسے اس کتاب سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ بھی اس میں درج ہے۔ صفحات ۲۳ قیمت ۲۲۔

تائمل ویسے تو بچوں کے مزاج کے مطابق ہے، لیکن "مثنیٰ کتاب" کچھ ایسے رسم الخط میں لکھا ہے کہ بچے تو بچے جو بچوں کے باب کو بھی پڑھنے میں تائمل ہوا دیکھتے اس طرح

مثنیٰ کتاب

میں سے مثنیٰ کتاب پڑھا اور حیران ہوا کہ اللہ کی کونسی زبان کا لفظ ہے، کئی بار دہرانے پر بھی بات سمجھ میں نہیں آئی اور درق الٹ کر اندر دیکھا تب پتہ چلا کہ "مثنیٰ" نہیں "مثنی" ہے، ممکن ہے ناشر صاحب اسے میری کم عقلی و کوتاہ نظری پر محمول فرمائیں، لیکن یہ تو انہیں بانتا ہی پڑے گا کہ چار پانچ سال کے اکثر بچے مجھ سے بھی زیادہ کم عقل و کوتاہ نظر ہو سکتے ہیں ناشر کو چاہیے کہ اچھی اشاعت میں نام لکھنا یا نظر دیکھنا بدلتی ہے

موتیوں کا پار

تین حصے ● مؤلف:- افضل حسین ایچ۔ اے۔ ایل۔ پی۔
 ● شائع کردہ:- مکتبہ جماعت اسلامی، لاہور۔ یو پی۔
 ● کتابت و طباعت معیاری، حقہ اقلی ۳۲ حقہ دومینت درج نہیں، غائباً تین آئے ہوگی، کیونکہ صفحات حقہ اقلی کے برابر ہیں۔ حقہ سوم ۵۲۔ ٹائٹل رنگین دیدہ زیب۔
 یہ سلسلہ لڑکیوں کے لیے ترتیب دیا گیا ہے، اس میں ہلکے ہلکے دینی مضامین ہیں، اسلامی عقائد، اسلامی اخلاق اور اسلامی منصاح کو دلچسپ اور دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

تجدید و احیائے دین شرعی و محققانہ منظر

اد. شیخ محمد علی حسین الاعظم
ناشر: بھوپال پریس
بھوپال۔

● کتابت و طباعت گھنٹیا،
صفحات ۵۵۷، قیمت روپے نہیں

تعارف میں جناب محمد رفیق حسین صاحب ناسخہ
کتاب پڑھا لکھتے ہیں۔

”ہم امدان جماعت اسلامی کی خدمت میں بھی
ایک گزارش ہے، وہ یہ کہ اس تبصرہ کو حقیقت
میں منظر سے دیکھیں اور ٹھنڈے دل سے پڑھ کر
ناواقف و صواباً ختم کر دیں، مؤلف رحمت اللہ علیہ
کی نیت نفاق و دین کی تہی نہ کہ رسمی تعقید۔“

یہ فیصلہ تو کوئی فتنہ و جماعت اسلامی ہی کرے گا کہ
اس نے اس کتاب کو ٹھنڈے دل سے پڑھایا گرم دل سے
اور پڑھ کر ناواقف و صواباً اختیار کی یا کافر ہی رہا، اراقم الحروف
خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ کم سے کم میں نے اس کتاب کا مطالعہ
قطعاً ٹھنڈے دل اور دیاانت دارانہ تخیل کے ساتھ شروع کیا
اور میں جوں پڑھتا گیا یہ محسوس کرتا گیا کہ بڑا قیمتی وقت خزانہ
میں ضائع ہو رہا ہے، حتیٰ کہ پوری پڑھے بغیر چھوڑ دی اور ایڈیٹر
سے دعا کی کہ اے اللہ! اگر ایسی ہی کچھ تھی، معاذ اللہ! اتمام کتاب
اور تسلیم درازی کا نام رہنمائی ہے تو بھگے رہناؤں سے بچا۔

ساری کتاب میں کوئی بات بھی تو عقل سلیم کو اپیل کرناوالی
نہیں، آیات و احادیث بہت ہیں لیکن اثبات حق کے حق نہیں
بلکہ اپنے دعاوی اور الزامات کے اثبات کی خاطر جہت ہوتی
ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ جاہل اور مغرب زدہ ہی نہیں پڑھے لکھے
مفتی بزرگ بھی اعتراض کے شوق میں بچوں کی سطح پر آجاتے
ہیں اور ریت پر ٹیڑھی بیڑھی جرات کھڑی کر کے کہتے ہیں کہ
ہم نے لال قلعہ بنالیا، مولانا مودودی کی کوئی عبارت لیتے ہیں
اور سباق و سباق کو دریا برد کر کے کہیں تو الفاظ کے ایسے
معنی مراد لیتے ہیں جو الفاظ نگار کے فرشتوں کو بھی مشہور نہ ہوں گے
اور عام قارئین بھی ان کا ہم نہ کر سکیں گے، کہیں عام کو خاص

اور خاص کو عام ٹھیرا لیتے ہیں۔ کہیں نیت اور باطن کا کیسے
ہونا ہے اور بیگمینی و دوگوش مودودی کو مذہبی نبوت، مہدی
اور نہ جانے کیا کیا بنا دیا جاتا ہے، ان سب کے ساتھ قرآن
کی آیات فوج و فوج لاتی جاتی ہیں اور قرآن کے ساتھ ایسا
تھیل کھیلا جاتا ہے کہ کہا کوئی گام اور رسم کھیلا گیا، ہم یقین کیا ساتھ
کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح کی عناد آدابوں اور تبلیغی کوششوں
سے مودودی کا تو کچھ نہیں بڑھتا البتہ مجدد پڑھنے والوں کو یہ پتا
معلوم ہو جاتی ہے کہ استدلال کے میدان میں مستترین کو ہم
فصل کو رہے ہیں اور مخالفت کی روش اہل جنت و دستار میں
بھیڑ چال کی طرح چل رہی ہے۔

اللہم! اربنا الحق حقا والباطل باطلا

اسوہ حسنہ ● مؤلف: مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
● شائع کر رہے: مکتبہ دارالاشاعت، مقابل

مولوی مسافر خانہ، بندر روڈ (کراچی)

● صفحات ۷۷، ناول ساڑھے قیمت ۸
● کھائی چھائی، کاغذ، سب عمدہ۔

اس کتاب میں فاضل مؤلف نے واقعات کرنا کو تاریخی
صد اقوں کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ بتا سکی
کی سعی کی ہے کہ حق و صداقت اور دین کے تقاضوں پر پامردی جو
جم جہا ناہی امام مظلوم کی معج یا دگار ہے، سینہ کوئی، بین اشیوں
اور گریز و بگاڑ سے امام حسین کی یادگار مناخو اسے فی الحقیقت
امام مظلوم کی مخلو میت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔

میشراہت دارالعلوم دیوبند ● ناشر و مؤلف جناب
انوار الحسن اعظمی صاحب دارالعلوم

دیوبند۔

● صفحات ۷۷، کتابت و طباعت، عمدہ اور کاغذ عمدہ
قیمت پیکو پیسہ۔

اس مختصر کتاب میں مرکز علوم دینی و ادا العلوم دیوبند کے
باشے میں اکابرین کے بعض رویائے عقیدہ اور فیہی اشارتیں جمع
کی گئی ہیں۔

ہم مانتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے بعض خواب اور بعض کشتائیا

ہن میں انیسویں کے کسی واقعہ کی پیشین گوئی ہو تو فی الحقیقۃ الدنیا میں تو یہ مفہوم منطقی اعتبار سے قابل تسلیم ہو سکتا ہے لیکن جسے اکثر شخصیتوں میں اسکا کیا مطلب ہوگا؟

دوسرے لفظ حیوۃ قابل غور ہے، اگر آیت کا یہ مطلب ہونا کہ اہل تقویٰ کو ہم دنیا اور آخرت میں دو ایسے صادقاؤں پرست انگیز اختیار و استقبال عطا کریں گے تو یہ مفہوم بغیر حیوۃ کے صرف فی الدنیا واکا خلق سے پوری طرح ادا ہو جاتا۔

بیشک بہت سے علمائے "بشری" کے تحت دو ایسے صادقاؤں وراکتشافات کو داخل فرمایا ہے اور ہم اس کی تردید بھی نہیں کرتے لیکن بعض خاص اکتشافات اور عوامل کی صداقت کے اثبات میں بطور دلیل قطعی اس آیت کو سرتاسر پرچسپاں کر لینا غالباً پوری ذمہ داریاں بات نہیں ہے۔

والاعلم عند اللہ

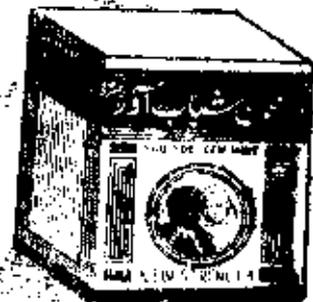
سکتے ہوتے ہیں، بلکہ اولیاء اور انصار جو امناں میں بھی بعض مرتبہ خواب میں مستقبل کے متعلق کئی سوچ باتیں دیکھتے ہیں، لیکن کتاب کی پیشانی پر جو آیت قرآنی

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَدَأَهُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَانُوا خَائِفِينَ
ان داد لہا اللہ، کہنے سے، نماذاخرت کی زندگی میں بشارتیں ہیں۔
اولیائے کرام کے اکتشافات اور دیائے صادقاؤں پر منطبق کر سکی نیست سے دی گئی ہے، وہ ہدایتیہ قلم بھی پیدا کرتی ہے کہ کتاب میں درج کردہ مبشرات کی صداقت و اقیقت پر مولف لفظ قطعی سے دلیل لانا چاہ رہے ہیں، حالانکہ خود فاضل مولف جہتے اور ملتے ہیں (جیسا کہ اسی کتاب میں لکھا گیا ہے) کہ خواب اور کشف حجت دینی نہیں ہیں، جاسے غور ہے کہ اگر آیت مبارکہ کے لفظ "بشری" سے اولیاء اللہ کے ایسے دو ایسے صادقاؤں وراہامات و اکتشافات مراد لیتے جاتیں

طاقت کو برقرار رکھنے کیلئے۔

شاب آؤ

• استعمال کیلئے یہ مشہور ٹائیکٹ اعصاب کی کمزوریوں کو دور کرتا ہے اور بدن کی قوتوں میں اضافہ کرتا ہے۔
قیمت فی مشینی صرف پانچ روپیہ



بزرگ قیمت طلبے مائیں

Hamdeed
DARU KHANA (PVT) DELHI

بزرگ و کو خانہ

عبرتناک
سبق آموز

زینت

شجاعت

ایمان افروز
ولولہ انگیز

صدق

حق

SHAHNAMA E ISLAM

شاهنامہ اسلام حصہ اول

حضرت حق تعالیٰ جان ہر نے اپنے شاہنامہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک کے واقعات بیان کیے ہیں لیکن حضرت قاضی شامی کا شاہنامہ حضور کو وصال سے شروع ہوتا ہے۔
خاتم المرسلین کے وصال سوآن کے چاہنے والے صحابیوں پر کیا گزری؟
فرض اور بخت میں کسی شدید کشمکش ہوتی؟
پھر خلافت راشدہ کس طرح قائم ہوئی۔ اسلام کی سب سے پہلی
بقاعدہ حکومت کی دیگر عالم وجود میں آئی۔
پیر کچھ شعر کی جاذب فریض بان میں ملاحظہ فرمائیے۔

خاتم الامم اور شاہنامہ

ایک شہرت یافتہ مورخ

شاہنامہ کو زیادہ سے زیادہ اشاعت دینا لوگوں کی بہترین خدمت سمجھتی تھی اور ان جناب کو توجہ دلائیے۔

اگر آپ خلافت راشدہ کی تمام تاریخ کو منظر کو دیکھنا چاہتے ہیں تو شاہنامہ خرید کر صفت کی بہت بڑھائیے

لکھائی چھپائی روشن رنگ میں جلد مضبوط۔ سائیل نو شملہ لکھنؤ۔

حق و باطل کی تلواریں کہاں
کہاں ٹکرائیں اور باطل کس طرح
مغلوبت ہوا؟

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی
کیا کیا معرکے سر کئے؟

اسلام میں جمہوریت
کا
مفہوم کیا ہے؟

کتاب خانہ مکتبہ تجلی دیوبند۔ ضلع بہار پور دیوبند

TAJALLI MONTHLY

DEOBAND Distt. Saharanpur U. P.

صرف حالت مرض ہی میں
نہیں صحت میں بھی روزانہ
استعمال کجی۔ جو ہر ذندان
دانتوں کو چمک اور زلفات
عطا کرتا ہے۔

ایک قیمی نسخہ سے بنا ہوا ابواب منجی

جرہرک ان

اگر دائرہ یادانت لیسر
میں تو معدہ یقیناً
مرضیں ہو جائے گا اور
معدہ لیسر تو صحت
کی بربادی یقینی ہے۔

جس طرح دار الفیض رحمانی کے سرمد ڈسٹریبنٹس نے اپنے نمایاں فائدوں کے باعث مقبولیت حاصل کی اسی طرح
"جو ہر ذندان" بھی مقبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔ اب تک استعمال کرنیوالوں کی اکثریت کی طرف سے برابر تعریفی خطوط آ رہے
ہیں۔ فوائد حسب ذیل ہیں:-

- پائیوریامک جراثیم کو مارتا اور مرض کو جڑ سے اکھیرتا ہے۔
- دائرہ یادانتوں کے سخت و سخت درد کو فوری تسکین دیکر نزلہ کاپانی نکالتا اور درد پیدا کرنیوالے اسبا کو ختم کرتا ہے۔
- روزانہ اس کا استعمال ان لوگوں کیلئے بھی ضروری ہے جن کے منہ میں کوئی مرض نہیں۔ کیونکہ یہ مرض پیدا کرنے
والے مادوں کو جمع ہونے سے روکتا اور مرض کے جراثیم کو ہلاک کرتا ہے۔

● دانتوں میں پاکیزہ چمک اور خوشنوائی پیدا کرتا ہے۔ اسکے استعمال کرنیوالوں کے دانتوں میں کبیرا کبھی نہیں لگتا۔

● منہ کی بدبو اور ہیک کو ختم کرتا ہے۔ ● ٹھنڈے پانی یا گرم چیزوں کو دانتوں میں لگنے نہیں دیتا۔

یاد رکھئے۔ ہم نے اسکی دو قسمیں کر دی ہیں۔ نمبر ایک۔ جو کسی مرض کی موجودگی میں استعمال کرنی چاہئے۔

نمبر دو۔ جو اچھی حالت میں عام استعمال کیلئے ہے۔ چیز دو نوں ایک ہی ہیں۔ صرف ذائقہ کا فرق ہے۔ روزانہ معمولاً استعمال
کرنیوالوں کیلئے ذائقہ کو کافی گوارا بنا دیا گیا ہے۔ طلب کرتے وقت نمبر ایک یا نمبر دو ضرور لکھئے۔ دونوں کی قیمت میں کوئی
فرق نہیں۔ چار تولہ کاپسنگ دس آنے ۱۰

نوٹ:- منہ پر ڈاک خرچہ عہد آتا ہے۔ اگر سرمد ڈسٹریبنٹس ایک ساتھ منگائیں تب بھی ڈاک خرچہ ہوگا۔ دونوں ایک ساتھ منگائیں کفایت ہو۔

دار الفیض رحمانی۔ دیوبند روہی۔
DARULFAIZ
RAHMANI. DEOBAND. U. P.

پاکستان کا پہلا شیخ سلیم اللہ صاحب مدظلہ العالی ۲۷/۵

(دائیم آباد کراچی)

اس پر قیمت مع ڈاک خرچہ چھکڑی سی پیسوں میں روانہ
فرمائیے۔ یہاں سے مال روانہ کر دیا جائے گا۔